"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

ماہنامہ

خالد

ربوہ

اپریل ۱۹۸۷ء

ایڈیٹر
عبدالسمیع خان

شہادت ۱۳۶۶ھ

اپریل ۱۹۸۷ء

جلد ۳۴ ٭ شمارہ ۴

قیمت سالانہ: ۲۵ روپے
" ماہانہ: ۲ روپے ۵۰ پیسے
ممالک بیرون
۱۵۰ روپے
سالانہ

فہرست

(ایڈیٹر)
عبدالسمیع خان

نائبین:-
فضیل عیاض احمد
عبدالقدیر قمر

معاونین: شمشاد احمد قمر
فضل الرحمان

پبلشر: مبارک احمد خالد ٭ پرنٹر: قاضی منیر احمد ٭ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔
مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ ٭ رجسٹرڈ نمبر ایل: ۵۸۳۰

اداریہ

اس غم کو مرنے نہ دیں

خدا کی راہ میں ملنے والا دکھ درحقیقت غم میں لپٹی ہوئی خوشی کی خبر کا دوسرا نام ہوتا ہے۔ اس لئے بھی کہ ان قربانیوں کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے غیر معمولی فضل نازل ہوتے ہیں اور اس لئے بھی کہ یہ غم جو الٰہی قوموں کو مارنے کے لئے ان پر وارد کئے جاتے ہیں۔ ان کے لئے احیاءِ نو کا پیغام بن جاتے ہیں۔ انہیں خدا کی راہ سے ہٹانے کے لئے جتنا زور لگایا جاتا ہے وہ اتنا ہی اس ذاتِ واحد کے قریب ہو جاتے ہیں۔ یہ درد روحانیت میں تبدیل ہو کر دعاؤں اور آنسوؤں کے ذریعہ تاریکیاں دھو کر اُجالے کھینچ لاتے ہیں۔ پس راہ مولیٰ میں حاصل ہونے والے ان غموں کو زندہ رکھنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ یہ خود ہزاروں زندگیوں کی ضمانت ہوتے ہیں۔

جماعتِ احمدیہ آغاز سے آج تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو دُکھ اُٹھانے کی سعادت پا رہی ہے ان میں ماہ اپریل کے آخری ایام ایک خاص نشان اپنے اندر رکھتے ہیں۔ ان کا تعلق قوموں کی تاریخ کے ایسے ادوار سے ہے جب ان کی ہنستی بستی اور پُرسکون زندگی میں کوئی ایسا پتھر پھینکا جاتا ہے کہ مدتوں اس کی کسک محسوس کی جاتی ہے۔ یا ان کی زندگی میں کوئی ایسا زہر گھولا جاتا ہے کہ بظاہر کوئی طاقت انہیں موت سے بچا نہیں سکتی اور سینوں پر وہ زخم لگتے ہیں جو سالہا سال تک رستے چلے جاتے ہیں اور بھرنے میں نہیں آتے۔

۲۶ اپریل کا دن ایک ایسا ہی دن ہے۔ ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء تاریخ احمدیت کا قیامت خیز اور ہولناک دن جس کے کرب و بلا کا لاوا سورج ڈوبنے کے بعد پھوٹا۔ سارے دن کا تھکا ماندہ سورج افق مغرب میں پناہ لے چکا تھا۔ شفق بھی غائب ہو رہی تھی۔ مگر کون جانتا تھا کہ اس اندھیرے کی کوکھ سے ایک ایسا دکھ بھی جنم لینے والا ہے جو ایک عرصہ تک انہیں بے چین اور بے کل رکھے گا۔

وہ آواز ہزاروں احمدیوں کی سماعت پر ہتھوڑے برساتی رہی اور لاتعداد دکھ پیچھے چھوڑ گئی۔ اللہ کے ہزاروں گھر اپنی طرف بلانے والی سریلی آوازوں سے محروم ہو گئے۔ زبانوں اور قلموں پر کڑے پہرے لگ گئے مجھے آہوں اور سسکیوں میں ڈوبی ہوئی وہ نمازیں خوب یاد ہیں۔ فجر طلوع ہوئی مگر شامِ غریباں بن کر۔ دُکھے ہوئے دل اور تار تار رُوحیں آنسوؤں کی راہ پگھل پگھل کر اللہ سے اس وجود کی خیر مانگ رہی تھیں جو احمدیت کا

دل اور مرکز ہے جو لاکھوں دلوں کی دھڑکن ہے جس کی ایک مسکراہٹ انہیں زندگی کی ساری خوشیاں دے دیتی ہے اور جس کے چہرے پر غم کی پرچھائیاں دُنیا کو ان کی نظروں میں تاریک کر دیتی ہیں۔

اس کے فدائیوں نے اسے البیت الاقصیٰ کے منبر پر دیکھا۔ اس کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے کلمات نے کہرام مچا دیا۔ لوگ گوش بر آواز تھے مگر وہ خاموش تھا جس کے جوش و جلال سے در و دیوار لرزتے تھے۔ اسے خاموش پا کر تڑپ کی ایک ایسی لہر اُٹھی جس نے دلوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس کے جانے کا منظر اس سے بھی زیادہ دردناک تھا۔ اس کی واپسی ہچکیوں اور کربناک چیخوں کے جلو میں ہُوئی تھی۔

مَیں نے نماز مغرب کے بعد اُسے سُنا۔ اس نے لوگوں کو قریب آنے کیلئے کہا۔ پھر یوں گویا ہُوا:-

"آپ دوستوں کو جو مَیں نے بٹھایا ہے تو کسی تقریر کے لئے نہیں بلکہ دیکھنے کے لئے بٹھایا ہے۔ آپ دوستوں سے مجھے ایسا عشق ہے جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کسی ماں کو اپنے بچے سے ایسا پیار نہیں ہوگا جیسا مجھے آپ سے ہے آپ کو دیکھنے سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اور خدا تعالےٰ میرے دل میں تسکین پیدا فرماتا ہے۔"

یہ سُن کر البیت المبارک میں آہ و بکا کا جو طوفان برپا ہُوا اس کا نقشہ کھینچنا قلم کے بس میں نہیں۔ وہ سوچا اور محسوس تو کیا جا سکتا ہے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

لوگ درد سے گھائل ہو رہے تھے۔ جان سے محبوب آقا کی حفاظت اور سلامتی کے لئے سب کچھ کر گزرنے کو تیار تھے۔ مگر اُسی آقا نے ان کے ہاتھ باندھ رکھے تھے اور سوائے جگر پاش دعاؤں کے ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ جنہوں نے عرشِ اعظم پر ایک شور مچا دیا اور اس کی صفت حفیظ ایک دفعہ پھر پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہُوئی۔

۲۸ر اپریل کو نماز عشاء کے بعد اس قافلہ سالار نے جانے سے قبل اپنا آخری پیغام دیا۔ اور صبر اور دُعا کی طرف متوجہ کرتے ہُوئے اس غم کو ہمیشہ زندہ رکھنے کی تلقین کی۔ فرمایا:-

"یہ غم جو آپ کو ملا ہے اس کی حفاظت کریں اور اس کو دردناک دعاؤں میں تبدیل کرتے رہیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ کی دعاؤں اور گریہ وزاری سے عرش کے کنگرے بھی لرزنے لگیں گے۔ پس اس غم کی حفاظت کریں اور اسے ہرگز نہ مرنے دیں۔ یہاں تک کہ خدا کی تقدیر خود اسے خوشیوں میں بدل دے۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ دُنیا کی ساری طاقتیں بھی مل کر آپ کو شکست نہیں دے سکتیں۔ لازماً آپ کامیاب ہوں گے۔"

یہ دعویٰ جس شان کے ساتھ پُورا ہُوا مخالف بھی اس کی گواہی دینے پر مجبور ہے۔ امام جماعت کا انتہائی بے کسی کے عالم میں اپنے مرکز کو چھوڑ دینا ایسا دُکھ نہیں جو بھلایا جا سکے۔ مگر اس غم کی زمین کو خدا تعالےٰ نے ہر

رنگ میں خوشیوں کے پھولوں سے بھر دیا ہے اور احمدیت کا قافلہ نئی شان کے ساتھ سُوئے منزل رواں دواں ہے۔ اور سعادتوں کے نئے دروازے کھل رہے ہیں۔

لوگ تو غموں کو بھلانے کی کوشش کرتے ہیں اور اسی میں اپنی نجات اور بہتری پاتے ہیں مگر ہم عجیب لوگ ہیں کہ اس غم کو زندگی سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی رحمت کو کھینچنے کے لئے اس غم کو زندہ رکھنا ضروری ہے۔ اسے بار بار تازہ کرنا، اس کا ذکر کرنا اور اس کے شیریں ثمرات کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ نئی نسلوں کو یہ غم ورثہ میں منتقل کرنا ہے کہ یہی ہمارا اثاثہ اور قوتِ عمل کا محرک ہے جو احمدی کو کبھی چین سے بیٹھنے نہیں دے گا۔

حضور کا یہ فرمان ہر احمدی کو یاد رکھنا ہوگا:۔

"سعادت کا اتنا عظیم الشان دور بہت ہی شاذ کے طور پر قوموں کو نصیب ہوا کرتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور خدا تعالیٰ کی حمد کے گیت گائیں اس دکھ کی بھی حفاظت کریں جو خدا کی راہ کا دُکھ ہے لیکن اس دُکھ کے ساتھ اس حمد اور شکر کی بھی حفاظت کریں جو اس سعادت کے نتیجہ میں آپ کے دل میں پیدا ہونے چاہئیں"۔

ان دکھوں اور اللہ کی حمد و شکر کو تازہ رکھتے ہوئے خدا کی اس آخری تقدیر کا انتظار کریں جو خالص خوشیوں کی نوید لے کر آئے گی اور ٹھنڈک اور اطمینان کا موجب ہوگی۔

چلتے رہنا

اور بھی آئیں گے ان راہوں میں کچھ سخت مقام ؛ عزم کی شمع لئے سینوں میں چلتے رہنا
خود بخود دے گی صدا تم کو کناروں کی ہوا ؛ دل میں موجوں کی تڑپ لے کے مچلتے رہنا
موت اک شعلۂ بے رنگ ہے اور کچھ بھی نہیں ؛ زندگی کیا ہے فقط آگ پہ چلتے رہنا
رہگذاروں میں تو ہو سکتی ہے ترمیم مگر ؛ رہرو! دیکھنا منزل نہ بدلتے رہنا

ثاقب زیروی

جواہر پارے

نیا آسمان اور نئی زمین

سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"لوگ عنقریب دیکھ لیں گے کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کا چہرہ ظاہر ہو گا گویا وہ آسمان سے اُترے گا۔ اُس نے بہت مدت سے اپنے تئیں چھپائے رکھا اور انکار کیا گیا اور چپ رہا۔ لیکن اب نہیں چھپائے گا اور دنیا اُس کی قدرت کے وہ نمونے دیکھے گی کہ اُن کے باپ دادوں نے نہیں دیکھے تھے۔ یہ اس لئے ہو گا کہ زمین بگڑ گئی اور آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے پر لوگوں کا ایمان نہیں رہا۔ ہونٹوں پر اس کا ذکر ہے لیکن دل اس سے پھر گئے ہیں اس لئے خدا نے کہا کہ مَیں نیا آسمان اور نئی زمین بناؤں گا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ زمین مرگئی یعنی زمینی لوگوں کے دل سخت ہو گئے۔ گویا مر گئے۔ کیونکہ خدا کا چہرہ ان سے چھپ گیا اور گذشتہ آسمانی نشان سب بطور قصّوں کے ہو گئے۔ سو خدا نے ارادہ کیا کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بناوے۔ وہ کیا ہے نیا آسمان؟ اور کیا ہے نئی زمین؟ نئی زمین وہ پاک دل ہیں جن کو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے۔ جو خدا سے ظاہر ہوئے اور خدا اُن سے ظاہر ہو گا۔ اور نیا آسمان وہ نشان ہیں جو اس بندے کے ہاتھ سے اُسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ دنیا نے خدا کی اس نئی تجلّی سے دشمنی کی۔ ان کے ہاتھ میں بجز قصّوں کے اور کچھ نہیں اور ان کا خدا ان کے اپنے ہی تصوّرات ہیں۔"

(کشتی نوح ص)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی ایک غیر مطبوعہ نظم

بہترین راتیں

حضورؓ کی یہ نظم ہمیں حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ مدظلہا العالی نے عطا فرمائی ہے۔ جزاھا اللہ احسن الجزاء

روتے روتے ہی کٹ گئیں راتیں ذکر میں ہی بسر ہوئیں راتیں
جن میں ہوتا ہے وصلِ یار نصیب ایسی بھی ہوتی ہیں کہیں راتیں
ایسی راتوں کو یاد کرتا ہوں دل مکاں ہے تو ہیں مکیں راتیں
جن کو ہوتا ہے یار کا دیدار ہیں انہیں کے لیئے بنی راتیں
لاکھ دن اُن کے نام پر قرباں نکہتی راتیں، عنبریں راتیں
عاشقوں کے لیئے ہیں اِک رحمت ناز بردار، نازنیں راتیں
دن کی تاریکیاں ہیں کرتی دُور مہ نما ہیں یہ مہ جبیں راتیں
جن میں موقع ملے تہجد کا ہوتی ہیں بس وہ بہتریں راتیں
شمع پروانوں کو نصیب ہو جب دن کہو اُن کو وہ نہیں راتیں

سوتے سوتے ہیں جو گزر جائیں
وہی راتیں ہیں بدتریں راتیں

حضرت امام جماعتِ احمدیہ کے خطبات کا خُلاصہ

خلاصہ خطبہ جمعہ ۶ مارچ ۱۹۸۷ء

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے سورۃ المنافقون کی ابتدائی تین آیات کی تلاوت فرمائی اور اس کی پُر معارف تفسیر بیان فرمائی۔ حضور نے فرمایا کہ اِس آیت میں پکے منافقوں کا ذکر ہے جن کے متعلق خدا نے یہ گواہی دی کہ وہ منافق ہیں۔ اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بھی کسی کو کلمہ پڑھنے سے نہ روکا۔ ان منافقوں کو یہ پیغام نہ بھیجا کہ کلمہ سے رُک جاؤ ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے بلکہ یہ پیغام بھیجا کہ آجاؤ مَیں تمہارے لیئے بخشش کی دعا مانگوں گا۔ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے جس کی آجکل کھُلم کھُلا خلاف ورزی کی جارہی ہے اور وہ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی طور پر وابستہ ہیں ان کو آپؐ کے دامن سے علیحدہ کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں اور حضرت بانیٔ سلسلہ کے دعاوی سے غلط نتائج اخذ کر کے دُنیا کے سامنے غلط رنگ میں پیش کئے جارہے ہیں۔

حضور نے بڑی تفصیل کے ساتھ حضرت بانیٔ سلسلہ کے دعاوی اور حضرت اقدس نے اپنے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق میں جو راگ گائے ہیں اُن کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ حضور نے فرمایا :-

حضرت اقدس بانی سلسلہ نے عشقِ محمدیؐ میں جو اشعار کہے ان میں سے ایک شعر حضور نے یہ بھی بیان فرمایا کہ ؎

اِنِّیْ اَمُوْتُ وَلَا تَمُوْتُ مَحَبَّتِیْ
یُدْرٰی بِذِکْرِكَ فِی التُّرَابِ نِدَائِیْ

کہ مَیں تو ضرور مر جاؤں گا لیکن میری محبّت اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جو مجھے عشق ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! تیرے ذکر کے ساتھ میری مٹی سے بھی تیری محبت کی آواز بلند ہوگی۔

حضور نے فرمایا :- آج دنیا کے کروڑ احمدی گواہ ہیں کہ خدا کی قسم! سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ کی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبّت کبھی نہیں مرے گی۔ آپ مر گئے دنیا کے لحاظ سے اور ہم مر جائیں گے اور نسلاً بعد نسلٍ جماعتیں آئیں گی اور مرتی چلی جائیں گی مگر ایک چیز جس کو ہمیشہ وہ زندہ رکھیں گی وہ عشقِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہے اور قیامت تک آپ اور آپ کے غلاموں کی قبروں کی مٹی سے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کی آواز بلند ہوتی چلی جائے گی۔"

خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۳ مارچ ۱۹۸۷ء

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۃ الفرقان کی آیت ۷۵ کی تلاوت فرمائی اور دنیا میں ہونے والے ردِّعملوں کا بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا اور بتایا کہ بعض ردِّعمل مستقل طور پر جاری وساری ہیں اور بعض کو چلنے کے لیے طاقت اور سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضور نے فرمایا:۔ جماعت کو مَیں اپنے خطبات میں نیکی میں بڑھنے، دعوت الی اللہ کے کام پر توجہ دینے اور دینِ حق کے نور کو جلد از جلد دنیا میں پھیلانے کے لیے سعی و جہد کرنے کی تحریک کر رہا ہوں۔ لیکن بعض لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ آپ خطبات تو دیتے ہیں لیکن ان کا خاطر خواہ اثر نہیں ہوتا۔ بعض کہتے ہیں تمنّا تو بیدار ہو گئی ہے لیکن ہم اپنے اندر آگے بڑھنے اور جدّوجہد کرنے کی طاقت نہیں پاتے۔

حضور نے فرمایا:۔ اِن سب امور کو سامنے رکھ کر جب مَیں نے غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ تقریر، نصیحت اور یاددہانی انسانی زندگی میں اُس وقت عمل کے سانچے میں ڈھلتی ہے جب پٹرول یعنی چلنے کی طاقت دینے والی شئے انسان کے اندر موجود ہو۔ یہ ساری چیزیں اُس شعلے کی طرح ہیں جو بارود پر جلے تو اس میں ایک ردِّعمل جاری کر دیتا ہے لیکن اگر پٹرول نہ ہو تو وہ شعلہ بیکار جائے گا۔ اسی طرح قرآن کریم نے انسانی نظام میں بھی ایک پیٹرول کا ذکر فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ باوجودیکہ آسمان سے ایک نور نازل ہو چکا ہے۔ ہر قسم کی ہدایت مل گئی ہے۔ دلوں کو گرمانے والا وہ وجود، کہ اُس جیسا پہلے کبھی نہیں آیا تھا وہ وجود ظاہر ہو گیا۔ لیکن جب تک تمہارے اندر وہ غذا موجود نہیں ہوگی جس سے قوت پا کر تم آگے چلو گے، اُس وقت تک یہ ساری نصیحتیں، یہ سارے کارخانے بیکار جائیں گے۔ وہ غذا اور وہ قوت تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو اس پٹرول کے طور پر بیان کیا ہے جس کی قوت سے روحانی سلسلے چلتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ جب متقی کے کان میں آواز پڑتی ہے تو اس کا وجود صرف مرتعش نہیں ہوتا بلکہ متحرک ہو جاتا ہے۔ اس کے وجود پر لرزہ ہی طاری نہیں ہوتا بلکہ مستقلاً وہ آگے بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور جس نوع کا بھی کام آپ اُس سے لینا چاہیں، جس سمت میں بھی آپ اُسے حرکت دیں، وہ ایک نتیجہ خیز وجود بن جاتا ہے اور جب تقویٰ کی کمی ہو تو ارتعاش پھر بھی آجاتا ہے لیکن مستقل حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی دعا سکھائی ہے۔ جو عظیم الشان دعا ہے وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ کہ ہمیں متقیوں کا امام بنا۔ یہ دُعا قوموں کے لئے بہت ہی حیرت انگیز سبق اپنے اندر رکھتی ہے اور بتاتی ہے کہ اگر دنیا کی جتنی قومیں ہیں، ان کی لیڈر شپ متقیوں کی نہیں ہے تو اس کی کوئی بھی حیثیت نہیں ہے۔ لیڈر شپ میں تقویٰ سے قوت پیدا ہوتی ہے اور ہر تقویٰ کا الگ الگ مضمون ہے۔

انسانی زندگی میں جو مذہب کے علاوہ مضامین ہیں، ان کے اندر بھی تقویٰ کا مضمون چلتا ہے۔ سیاست میں اگر قوم اپنے مقصد میں مخلص نہ ہو تو وہ غیر متقی ہے۔ اس کے لیڈر اگر ہزار کوشش کریں قوم کے اندر کوئی پاک تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کے پاس وہ زادِ راہ نہیں ہے جس کا قرآن کریم نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی (یعنی زادِ راہ ساتھ لو اور یاد رکھو کہ بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے۔)

اسی طرح مذہب کی دنیا میں بھی یہی حال ہے اور تقویٰ کے نتیجہ میں ہی قومیں آگے بڑھا کرتی ہیں۔

حضور نے فرمایا:۔ جہاں تک جماعتِ احمدیہ کا تعلق ہے اس میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ ہیں جنہیں اپنے تقویٰ کی فکر ہے اور یہ وہی ہیں جو حقیقت میں ہدایت پانے کے اہل ہیں۔ ایک وہ ہیں جو دوسروں کی برائیاں نکالنے کی فکر میں رہتے ہیں اور اس بات کا نام بھی انہوں نے اپنی طرف سے تقویٰ رکھ لیا ہے۔ ان لوگوں کی عادات کا حضور نے تفصیلی ذکر فرمایا اور بتایا کہ جماعتِ احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے لوگ بہت کم ہیں اور دن بدن ان کی تعداد مزید کم ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ جماعت متقیوں کی جماعت ہے۔

جماعت کے تقویٰ کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے بڑے جلال کے ساتھ فرمایا: میں جانتا ہوں کہ یہ جماعت بالعموم خدا کی نظر میں ایک متقی جماعت ہے۔ مجھے اس جماعت سے جتنا واسطہ پڑا ہے میں خدا کی قسم کھا کر یہ گواہی دیتا ہوں کہ اگر یہ جماعت متقی نہیں تو آج دنیا میں پھر کوئی متقی نہیں۔

حضور نے فرمایا "وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا" کی دعا میں ہمیں تقویٰ کی پہچان سکھادی ہے اور یہ بتایا ہے کہ تمہاری امامت کی طاقت تمہاری جماعت کے تقویٰ میں ہے۔ اگر جماعت میں تقویٰ ہے تو تم طاقتور امام ہو۔ اگر جماعت میں تقویٰ نہیں ہے تو تم کمزور اور بے کار امام ہو۔ تمہاری کسی بات کا، کسی سکیم کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوگا۔ پس وہ جماعت جو ہر نیکی کی طرف بلانے پر والہانہ اور عاشقانہ آگے بڑھتی ہے، جو حیرت انگیز قربانی کے مظاہرے کرتی ہے۔ جو حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ اس کے متعلق جماعت میں سے ہی جب بعض لوگ غلط اعتراض کرتے ہیں تو میرا دل غم سے پھٹنے لگتا ہے۔ ان لوگوں کو اپنی فکر کرنی چاہیئے۔ میں جانتا ہوں کہ جماعت تقویٰ میں آگے بڑھنے کے لئے بے قرار ہے لیکن تقویٰ کا مقام بہت ہی عظیم الشان ہے اس لئے اس میں مزید آگے بڑھیں۔ تقویٰ کے معیار بلند کئے بغیر ہم کوئی بھی عظیم الشان کارنامہ دنیا میں سرانجام نہیں دے سکتے۔ اور باوجودیکہ ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے تقویٰ کے نہایت ہی بلند معیار پر ہیں لیکن مزید آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ اسی لیئے بار بار یاد دہانی کروائی جاتی ہے۔ تقویٰ کا کوئی آخری مقام نہیں ہے سوائے اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں تقویٰ کا آخری مقام ظاہر ہوا جس کے ہم مرتبہ کوئی نہیں ہو سکتا۔

اس ضمن میں حضور نے متقیوں کی جو صفات کشتی نوح کے صفحہ ۲۱ تا ۲۳ میں سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ نے بیان فرمائی ہیں وہ پیش کیں اور حضرت اقدس کے یہ اشعار بھی پڑھ کر سنائے۔ جس میں آپ فرماتے ہیں ؎

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پہ نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جاں بار بار ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

اور پھر فرمایا :۔ یہ وہ پیمانہ ہے جو حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ نے ہمارے سامنے رکھا ہے۔ اب کیا پاکستان کی جماعت اس پیمانے پر پوری نہیں اُتر رہی ؟ کتنی گالیاں ہیں جو اُن کو دن رات دی جا رہی ہیں، کتنے دُکھ ہیں جو اُن کو پہنچائے جا رہے ہیں، کتنی کڑی تکلیفوں کی آزمائشیں ہیں جن میں وہ مبتلا کیے جا رہے ہیں۔ اور اس کے باوجود خدا گواہ ہے کہ انہوں نے پیوند نہیں توڑا۔ اور اپنے پیوند میں مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ایسی پیاری جماعت کے متعلق کوئی اپنے ذاتی مشاہدہ کے نتیجہ میں کہے کہ بڑے غیر متقی اور خدا سے بہت دُور اور ظالم اور سفاک اور منافق ہیں، تو پھر دنیا میں کہیں کوئی حق کا نشان بھی آپ کو دکھائی نہیں دے گا۔

۱۹۸۶-۱۹۸۷ء ـــــ بہت اہم سال

"یہ سال ہمارے لیے بہت ہی اہمیت کا سال ہے۔ گو گزشتہ سال بھی اہمیت کا سال تھا لیکن اس کے اختتام پر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ جماعت کی ترقی کے اتنے نئے راستے کھولے ہیں کہ جب وقت آئے گا تو بتاؤں گا تو اس وقت آپ کا دل خدا کی حمد سے سجدہ ریز ہو جائے گا۔

گزشتہ سال ہمارے لیے اتنی برکتیں لیکر آیا تھا اور اتنی برکتیں اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہے کہ اُن کا ذکر بہت وسیع ہے۔ لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کی پیروی تو ایک لامتناہی سفر ہے جوں جوں پیروی کے اس سفر میں آپ آگے بڑھیں گے آپ کا اگلا سال آپ کو پہلے سے بلند تر چوٹی کی طرف لے جائے گا۔ آپ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ یہ سفر ختم ہو گیا اور آپ برکتوں کی انتہا تک پہنچ گئے بلکہ آپ اتنی بلندی تک پہنچیں گے کہ پچھلا سال اس کے مقابل پر پستی دکھائی دے گا۔"

(خطبہ جمعہ ۱۶ / جنوری ۱۹۸۷ء)

تحقیقی اور معلوماتی مضمون

مکرم مولانا عبدالشکور صاحب

ایک عیسائی فرقہ "سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ"

(SEVENTH DAYADVENTIST)

پس منظر

دنیا کے تین بڑے مذاہب کے ماننے والے یعنی یہودی۔ عیسائی اور مسلمان ایک مسیح کی آمد کے قائل ہیں۔ بایں ہمہ اس بارہ میں نہ صرف یہ کہ تینوں گروہوں کے عقائد ایک دوسرے سے مختلف ہیں بلکہ ان مذاہب کے ماننے والوں کے مختلف فرقوں میں بھی اس کے متعلق مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔

یہودیوں کا ایسے ایک مسیح کی آمد کے متعلق بہت پختہ یقین ہے تاہم ان کے نزدیک اس موعود مسیح کی آمد سے قبل ایلیا نبی کا آسمان سے واپس اترنا ضروری ہے۔ بائیبل میں لکھا ہے :۔

"دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک
دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیا نبی
کو تمہارے پاس بھیجوں گا اور وہ باپ
کا دل بیٹے کی طرف اور بیٹے کا دل باپ
کی طرف مائل کرے گا۔ مبادا میں
آؤں اور زمین کو ملعون کروں"

(ملاکی باب ۴ آیت ۵، ۶)

چونکہ بائیبل میں بالوضاحت لکھا ہے کہ حضرت ایلیا اپنے مادی جسم سمیت آسمان پر تشریف لے گئے تھے اس لئے ملاکی میں مذکور اس پیشگوئی کی بناء پر اُن کے نزدیک مسیح کی آمد سے قبل حضرت ایلیا کا آسمان سے اترنا بھی ضروری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کے سامنے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تو اُن کے اپنے شاگردوں نے پوچھا کہ اگر تو وہی مسیح ہے تو پھر فقیہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیا کا پہلے آنا ضروری ہے۔ یعنی ایلیا تو ابھی آیا نہیں۔ اُس نے جواب میں کہا ایلیا البتہ آئے گا اور سب کچھ بحال کرے گا لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیا تو آچکا اور انہوں نے اُسے نہ پہچانا بلکہ جو چاہا اُس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی اُن کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھائیگا تب وہ سمجھ گئے کہ اُس نے ان سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے۔

(متی باب ۱۷ آیت ۱۱ تا ۱۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس تشریح کی روشنی میں عیسائیوں کے نزدیک عہد نامہ قدیم میں مسیح کی آمد کی بیان کردہ پیشگوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود میں پوری ہو چکی ہے جبکہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک مسیح کی آمد سے قبل ایلیاہ نبی کا آسمان سے واپس آنا ایک لازمی شرط ہے۔

ہزاروں سال گزر جانے کے باوجود بھی وہ ایلیاہ نبی کی آمد سے بالکل نا اُمید نہیں بلکہ اس قدر بے چینی سے دن رات ان کی آمد کے منتظر ہیں ۔ کہ PASS OVER کے تہوار کے موقعہ پر (یہ وہ تہوار ہے جو بنی اسرائیل کے مصر سے خروج کی یاد میں ہر سال منایا جاتا ہے) میز کے گرد اسی اُمید میں ان کے لئے ایک نشست خالی چھوڑ دیتے ہیں ۔

عیسائیوں کے نزدیک عہدنامہ قدیم میں مذکور پیشگوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود میں پوری ہو چکی ہے مگر عہدنامہ جدید کے بعض حوالہ جات کی بنیاد پر ان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے دو ظہور مقدر تھے ان کا ایک ظہور تو وہ تھا جو آج سے قریباً دو ہزار برس قبل ہوا جس میں ایک کمزور اور ناتواں انسان کی صورت میں وہ اس دنیا میں تشریف لائے اور اپنے دشمنوں سے شدید دکھ اٹھانے کے بعد گنہگاروں کے کفارہ کے طور پر صلیب پر فوت ہوئے مگر پھر تین دن بعد وہ زندہ ہو کر آسمان پر اٹھائے گئے ۔

اپنی اس پہلی آمد کے موقعہ پر وہ اپنے ایک جلالی ظہور کا وعدہ کر گئے تھے اس بناء پر عیسائیت کے تمام فرقوں میں متفقہ طور پر مسیح علیہ السلام کی دوبارہ آمد کا عقیدہ پایا جاتا ہے اور تمام فرقے کسی نہ کسی رنگ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کے منتظر ہیں ۔

ایڈوینٹسٹ فرقہ کا قیام

اٹھارہویں صدی کے آخر اور انیسویں صدی کے اوائل میں عیسائیوں میں عموماً حضرت مسیح کی آمد ثانی کے بارہ میں بہت اُمید پیدا ہو گئی تھی اور بعض پیش خبریوں کے مطابق ان کا اندازہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کے دن اب بہت قریب آ چکے ہیں بعض عیسائی مذہبی رہنماؤں نے ان دنوں فرانس اور امریکہ میں ہونے والے سیاسی انقلابات کے نتیجہ میں جب پوپ کی طاقت کو کم ہوتے دیکھا تو انہوں نے اس کو عیسائی دنیا میں رونما ہونے والے کسی انقلاب کا پیش خیمہ قرار دیا ۔

اسی دور کے ایک فرد مسٹر جوزف بیٹس ملر (MR JOSEPH BATES MILLER) خاص ذکر کے قابل ہیں ۔ مسٹر ملر ۱۵ رفروری ۱۷۸۲ء کو امریکہ میں پٹس فیلڈ کے مقام پر ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے ۔ اُن کے والدین BAPTIST فرقے سے تعلق رکھتے تھے ۔ نوجوانی میں اُن کا میلان مذہب کی طرف کچھ زیادہ نہ تھا ۔ تاہم تقریباً ۳۴ سال کی عمر میں مذہب کی طرف اُن کا رجحان بڑھا اور بائبل کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا ۔ بائبل کے اس مطالعہ کے نتیجہ میں عہدنامہ قدیم میں دانیال کے باب ۸ کی آیت ۱۴ پر بنیاد رکھتے ہوئے انہوں نے ایک حیرت انگیز دعویٰ کر دیا ۔ یہ دعویٰ اس اعلان کی صورت میں تھا کہ اُن کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام کی شخصی آمد ثانی ۲۲ مارچ ۱۸۴۴ء کے مخصوص دن کو وقوع پذیر ہوگی ۔ گویا اس مقررہ تاریخ کو حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے ۔ بہت سے عیسائیوں کے لئے یہ دعویٰ باعث توجہ ہوا اور مسٹر ملر کے اس اعلان کے نتیجہ میں کئی لوگ اُن کے ہمنوا ہو گئے ۔ اور جوں جوں یہ دن قریب آتا گیا اُن کے ماننے

والوں کی تعداد میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوتا گیا ۲۲ مارچ
مذکور کو جب فی الواقعہ مسیح علیہ السلام نازل نہ ہوئے
تو مسٹر ملر نے اپنی حسابی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے
ایک نئی تاریخ یعنی ۲۲ اکتوبر ۱۸۴۴ء کا دن مقرر کر
دیا۔ پھر جب ۲۲ اکتوبر کا دن بھی گذر گیا اور مسیح
علیہ السلام تشریف نہ لائے اور اس طرح دوبارہ بھی
مسٹر ملر کی پیشگوئی جب ظاہری رنگ میں پوری نہ ہوئی
تو مسٹر ملر اور ان کے ماننے والے جن کی تعداد قریباً
ایک لاکھ تک پہنچ چکی تھی اپنے عقیدے پر کسی طور
چمٹے رہے۔

جنوری ۱۸۴۵ء میں BAPTIST چرچ نے
ایسا عقیدہ رکھنے والوں کا اپنے چرچ سے اخراج کر دیا
اُدھر مسٹر ملر کے ماننے والوں میں بھی ایک گونہ نا امیدی
سی ہو گئی تھی۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے
انہوں نے بھی اوائل ۱۸۴۵ء میں اپنی ایک کانفرنس
بلائی۔ اس پہلی کانفرنس کے انعقاد کے ساتھ ہی
ADVENTIST فرقہ کی ابتداء ہوئی۔

نزولِ مسیح کی توجیہ

اب انہوں نے مسٹر ملر کی پیشگوئی کی یہ
توجیہ کرنی شروع کر دی کہ مسٹر ملر نے تاریخ تو صحیح
بتائی تھی مگر وہ خود اس کے صحیح مفہوم کو نہ سمجھ سکے
اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ خدا نے مذکورہ تاریخ
کو ہی اس کام کی ابتداء کر دی تھی اور اب آئندہ
کسی وقت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے
آئیں گے۔ اور اس عقیدہ کا برملا اظہار شروع کر دیا
کہ حضرت مسیح کی شخصی اور مجسم آمد ثانی عنقریب وقوع پذیر
ہوگی۔ اُس وقت ہر زندہ شخص اس کا مشاہدہ کریگا۔
تاہم اب انہوں نے اس کے لئے کسی دن کی تخصیص
نہ کی۔

فرقہ کی چھ۶ شاخیں

بنیادی طور پر مسٹر ملر کے ماننے والے
ADVENTIST کہلائے۔ آگے چل کر یہ فرقہ چھ۶
شاخوں میں بٹ گیا:۔

1. EVANGALICAL ADVENTIST.
2. ADVENT CHRISTIANS.
3. LIFE AND ADVENT UNION.
4. AGE TO COME ADVENTIST.
5. CHURCH OF GOD.
6. SEVENTH DAY ADVENTIST.

ان چھ۶ شاخوں میں سے زیادہ معروف
"SEVENTH DAY ADVENTIST"
ہے۔ اس فرقہ کی ابتداء PRESTON نامی عورت
نے کی۔ یہ عورت نیویارک سے واشنگٹن آئی تو
ADVENTIST فرقہ سے بہت متاثر ہوئی مگر
ساتھ ہی اُس نے ان کو سبت کے تقدس کی اہمیت
بتلائی۔ جس کا ذکر مسٹر ملر کے بیانات میں بھی پایا
جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۴۶ء میں مسٹر ملر کی سبت کی
تقدیس کے بارہ میں ایک کتاب شائع کی گئی۔

اس کتاب کی زیادہ اشاعت ایک اور
ایڈوینٹسٹ مسٹر جان وائٹ نامی شخص نے کی۔
اس شخص کی بیوی مسز ایلن جی وائٹ نے اس میں
نمایاں کردار ادا کیا۔ اسی بناء پر اسے موجودہ سیونتھ

ڈے ایڈونٹیسٹ میں خاص طور پر بہت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ وہ مسز ایلن کو خدا کی طرف سے ایک فرستادہ کا درجہ دیتے ہیں۔ اس نے امریکہ۔ یورپ اور آسٹریلیا کا سفر بھی اختیار کیا۔ علاوہ ازیں اس نے بہت سی کتب بھی تصنیف کیں۔

عام عیسائیوں کے مقابلہ میں جو اتوار کو مقدس دن کا درجہ دیتے ہیں۔ اس تعلیم کے نتیجہ میں ان کے ہاں سبت یعنی ہفتہ کے روز کو مقدس تسلیم کیا جانے لگا۔ اور اس فرقہ کے لوگ اتوار کی بجائے ہفتہ کے دن (جو ساتواں دن شمار ہوتا ہے) عبادت کرنے لگے اور اسی نسبت سے اس فرقہ کا نام سیونتھ ڈے ایڈونٹیسٹ ہوا۔

تبلیغی سرگرمیاں

۱۸۵۰ء میں اس فرقہ کی طرف سے ایک رسالہ ADVENT REVIEW AND SABATH-HERALD کے نام سے جاری ہوا۔ ۱۸۵۳ء میں اس فرقہ کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ۱۸۵۵ء میں انہوں نے مشی گن سٹیٹ میں BATTLE-CREEK کے مقام پر اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کر لیا۔ ۱۸۷۴ء میں مسٹر JOHN NEVIN ANDREW اس فرقہ کے پہلے مبلغ کے طور پر مقرر ہوئے اور اس طرح اس دور میں امریکہ سے باہر سنٹرل یورپ میں انہوں نے اپنا بیرونی مشن قائم کیا اور جرمنی میں SOLINGAR کے مقام پر اجتماعی عبادت کی ابتداء کی۔ پھر ۱۸۷۸ء میں انگلستان میں بھی انہوں نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں شروع کر دیں اور اس طرح ان دنوں سیونتھ ڈے ایڈونٹیسٹ ایک بین الاقوامی فرقہ بن گیا۔ پھر آہستہ آہستہ دیگر ممالک میں بھی ان کے مراکز قائم ہونے شروع ہو گئے۔ جہاں پر علاوہ تبلیغی سرگرمیوں کے یہ فرقہ صحت اور تعلیم کے میدان میں مصروف عمل ہے اور بہت سے ممالک میں انہوں نے تعلیمی ادارے اور شفاخانے قائم کر رکھے ہیں۔

مرکزی نظام

اس فرقہ کا ہیڈ کوارٹر اس وقت امریکہ کے شہر واشنگٹن ڈی۔سی میں ہے۔ تمام امور کی نگرانی جنرل کانفرنس کے سپرد ہوتی ہے جس کا ہیڈ پریذیڈنٹ آف دی جنرل کانفرنس کہلاتا ہے۔ پریذیڈنٹ کا تقرر انتخاب کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ جنرل کانفرنس کے موجودہ پریذیڈنٹ پاسٹر نیل ولسن صاحب ہیں۔ اس فرقہ کے ماننے والوں کی تعداد ۲۰ لاکھ کے قریب شمار کی جاتی ہے۔

پاکستان میں نفوذ

پاکستان میں بھی اس کی شاخیں قائم ہیں اگرچہ یہاں پر اس کے ماننے والوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ یعنی صرف تین چار ہزار کے قریب تاہم پاکستان میں چار مقامات یعنی کراچی، لاہور، راولپنڈی اور فاروق آباد میں اس کے مراکز قائم ہیں۔ پاکستان میں سب سے پرانا اور پہلے قائم ہونے والا سنٹر لاہور میں ہے جو ۱۹۲۵ء میں شروع ہوا۔ اس وقت بھی پاکستان میں اس مشن کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ یہاں پر چرچ اور مرکزی دفاتر کے

علاوہ ایک پریس ہے جس پر اس مشن کی مذہبی مطبوعات کے علاوہ دو ماہوار رسالے ماہنامہ "صحت" اور ماہنامہ "قاصد جدید" کے نام سے شائع ہوتے ہیں۔ راولپنڈی میں ایک ڈینٹل کلینک اور فاروق آباد میں ان کی SEMINARY ہے۔

بنیادی عقائد

عقائد کے اعتبار سے عمومی طور پر یہ فرقہ رومن کیتھولک کی نسبت پروٹسٹنٹ فرقہ کے زیادہ قریب ہے۔ بائیبل کو خدا کا کلام مانتے ہیں اور اس کے مکمل ضابطہ حیات ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ تاہم عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید کی پیشگوئیوں والی کتابوں کو ترجیحی نظر سے دیکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو مجسم مانتے ہیں۔

آدم اور حوا کے بارہ میں مسز ایلن وائٹ نے لکھا ہے کہ یہ دونوں خدا تعالیٰ کے ظل تھے جبکہ دوسرے عیسائی فرقوں کے لوگ اس خیال سے اتفاق نہیں رکھتے کیونکہ ان کے نزدیک اس کو مان لینے سے تثلیث کے عقیدہ کا انکار لازم آتا ہے۔ مگر اس فرقہ کے لوگ اس عقیدہ کے ہوتے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا مجسم بیٹا تصوّر کرتے ہیں۔ بائیبل کے بہت سے حوالہ جات کی بناء پر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہمیشہ سے موجود ہونے اور خدائی صفات کے حامل ہونے پر یقین رکھتے اور تثلیث کے قائل ہیں۔ کفارہ پر بھی پختہ یقین رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک انسانی گناہوں کے بوجھ نے خدا کے بیٹے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا اسی بناء پر وہ اس دنیا میں تشریف لائے اور بہت سی مصیبتیں اٹھانے کے بعد صلیب پر فوت ہوئے۔ یہ سارے دکھ انہوں نے انسانیت کی نجات کی خاطر جھیلے۔

شراب اور سؤر کے استعمال کو کلیۃً حرام سمجھتے ہیں بلکہ عمومی طور پر تمام نشہ آور چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کے ہاں چائے اور کافی وغیرہ کے استعمال تک کو بھی بہت ناپسند کیا جاتا ہے۔ اسی طرح عام گوشت کے استعمال کو بھی مکروہ خیال کرتے ہیں اور ایک رنگ میں VEGETARIAN ہیں۔

مشن کی مالی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اس فرقہ کے ممبروں پر اپنی آمد کا دسواں حصہ بطور چندہ ادا کرنا لازمی ہوتا ہے۔

بعث بعد الموت

قیامت۔ روز جزا۔ بعث بعد الموت اور حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کے بارہ میں ان کا عقیدہ بہت دلچسپ اور عجیب و غریب ہے۔ جو عمومی طور پر دیگر تمام عیسائی فرقوں کے عقیدہ سے بالکل مختلف ہے بلکہ ایک رنگ میں تو بالکل انوکھی نوعیت کا ہے۔

ان کے نزدیک عام انسانوں کی روح غیر فانی نہیں۔ بلکہ وہ لوگ جو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ جی اٹھنے کے قائل ہیں صرف ان کی روحیں غیر فانی ہیں مگر باقی سب انسانوں کی روحیں جو ان کے نزدیک بدکار ہیں بھی ان کے جسموں کی طرح فانی ہیں۔ جزا سزا کے دن کے بعد جو ان کے ہاں آخری قیامت کہلاتی ہے بدکار لوگ کلیۃً یعنی اپنی ارواح سمیت نیست و نابود ہو جائیں گے۔ اس طرح ان کے ہاں گویا جہنم کے وجود کا کوئی تصوّر نہیں۔ بدکاروں کا مکمل طور پر فنا ہو جانا ہی ان کی سزا ہے۔

اس یوم جزا سے پہلے جو لوگ فوت ہو چکے ہیں ان سب انسانوں کی روحیں نیند سے مشابہ کسی حالت میں رہیں گی۔

مسیح کا آخری نزول

مذکورہ یوم جزا یا آخری قیامت سے پہلے کا ایک ہزار سال ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ وہ اس طرح کہ اس دن سے ٹھیک ایک ہزار سال قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔ یہ ظہور ایسا ظاہر و عیاں ہوگا کہ سب زندہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصی تشریف آوری کا مظاہرہ کریں گے۔ تاہم اس شخصی ظہور کے وقت اولاً وہ زمین پر قدم نہیں لگائیں گے اس نزول کے وقت فرشتے ان کے ساتھ ہوں گے اور ان کی سواری فضا میں ہی لٹکی رہے گی عین ان کے ظہور کے وقت ان کے ماننے والے سب نیک لوگ غیر فانی وجود حاصل کر کے اڑ کر فضاء میں ہی ان کا استقبال کریں گے۔ ان میں وہ نیک لوگ بھی شامل ہیں جو ان کے اس ظہور سے قبل وفات پا چکے ہوں گے گویا کہ تاریخ انسانیت کے سب نیک لوگ زمین چھوڑ کر فضا میں چلے جائیں گے۔ دوسری طرف تمام منکرین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تجلّی سے مر جائیں گے اور اس طرح زمین کلیۃً سنسان ہو جائے گی۔ یعنی نیک لوگ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ فضا میں لٹک رہے ہوں گے اور بدکار سب کے سب مر چکے ہوں گے۔ اس لئے اس زمین پر پھر شیطان اور فرشتوں کا بھی کوئی کام باقی نہیں رہے گا۔ اس وجہ سے شیطان اور فرشتوں کو باندھ دیا جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور پر پہلی قیامت واقع ہوگی۔

اس پہلی قیامت کا اثر زیادہ تر راستبازوں پر پڑے گا یعنی وہ اپنی نیکی کی وجہ سے اس ظہور کے وقت اڑ کر فضاء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مصاحبت حاصل کر لیں گے۔ جہاں تک بدکاروں کا تعلق ہے ان کا اس وقت کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ وہ سب کے سب مر جائیں گے۔

اُدھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مصاحبت اختیار کرنے والے تمام لوگ ایک ہزار سال تک اسی حالت میں بادشاہی کریں گے اور دنیا کے انصاف میں حصہ لیں گے۔

پھر اس ایک ہزار سال کے خاتمہ کے وقت خداوند یسوع مسیح اور فرشتے زمین پر تشریف لے آئیں گے۔ اُس وقت آسمان سے ایک نیا یروشلم بھی زمین پر اُترے گا۔ اُس وقت گزشتہ زمانوں کے سب شریر لوگ زندہ ہو جائیں گے اور وہ سب کے سب مل کر اپنی پوری قوت کے ساتھ اس نئے یروشلم پر حملہ کریں گے جس کے نتیجہ میں ان پر آگ اور گندھک برسائی جائیگی اور اُس وقت وہ بالکل نیست و نابود ہو جائیں گے یعنی ان کے اجسام اور ارواح کلیۃً فنا ہو جائیں گی گویا یہ آخری قیامت ہوگی۔ جس طرح پہلی قیامت کا اثر نیکوکاروں پر ہوا تھا اس طرح اس دوسری قیامت کا اثر صرف بدکاروں پر ہوا یعنی وہ سب کے سب اپنے گناہوں کی سزا کے طور پر فنا کر دیئے گئے۔

اس قیامت کے بعد جس میں بدکار مکمل طور پر ختم کر دیئے جائیں گے ایک نئی زمین بنائی جائے گی اس زمین پر پھر کبھی گناہ نہیں ہوگا۔ (بقیہ بر صٓ ۲۴)

سال ۸۶-۱۹۸۵ء

میں

نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والی

مجالس خدام الاحمدیہ

مقابلہ بین المجالس برائے سال ۸۶-۱۹۸۵ء میں حسن کارکردگی کی بناء پر مجالس مقامی میں سے

۱۔ مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ　اول
۲۔ مجلس خدام الاحمدیہ دارالذکر فیصل آباد　دوم
۳۔ مجلس خدام الاحمدیہ اسلامیہ پارک لاہور　سوم
۴۔ مجلس خدام الاحمدیہ شاہدرہ فیکٹری ایریا　چہارم
۵۔ مجلس خدام الاحمدیہ دارالفضل فیصل آباد　پنجم
۶۔ مجلس خدام الاحمدیہ عزیز آباد کراچی　ششم
۷۔ مجلس خدام الاحمدیہ کھنڈو ضلع لاڑکانہ　ہفتم

قرار پائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مجالس کو یہ اعزاز مبارک فرمائے۔ آمین

معتمد
مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم عطاء الرحمن مہتمم امور طلبہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۸۷ء کو دوسری بیٹی عطا فرمائی ہے عزیزہ مکرم چوہدری محمد طفیل صاحب آف چک ۹۷ گھسیٹ پورہ ضلع فیصل آباد کی پوتی اور مکرم عبدالمنان صاحب معلم وقف جدید کی نواسی ہے۔

احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بچی کو عمر دراز عطا فرمائے اور نیک، خادم دین اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔ آمین

"اے میرِ کارواں تری منزل اِدھر بھی ہے"

(جناب محمد افتخار احمد نسیم - ربوہ)

تڑپا دیا دِلوں کو ہے تیرے فراق نے
یادوں میں تیری محو میرا دل اِدھر بھی ہے

کیونکر طویل ہو گئیں گھڑیاں فراق کی
دن رات پوچھتا دلِ گھائل ادھر بھی ہے

تجھ کو پسند آگئے ہیں کیوں دیارِ غیر
اے میرِ کارواں تری منزل اِدھر بھی ہے

بیمارِ عشق ہوں تیرا اے میرے چارہ گر
چارہ گری کا منتظر یہ دِل ادھر بھی ہے

مجھ کو یقیں ہے تُو اُدھر ہے سخت بے قرار
بے تابیوں میں پر کوئی شامل اِدھر بھی ہے

بے چینیوں کے واسطے اکسیر تیری ذات
آجا کہ رُوح صُورتِ بسمل اِدھر بھی ہے

آجا اُداس شہر ہے اے میرے شہر یار
بے رنگ تیرے بن تری محفل ادھر بھی ہے

آجا کہ تیری دِید کو آنکھیں ترس گئیں
آجا کہ تیرے قرب کا سائل اِدھر بھی ہے

:- محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مؤرخ احمدیت :-

خدا پرستوں نے اخلاق، تصوف اور روحانیت پر قلم اُٹھاتے ہوئے لاکھوں کروڑوں صفحات میں جو کچھ لکھا ہے وہ دنیائے علم و عرفان کی قیمتی ترین متاع ہے جس کا بہترین خلاصہ اپنی پوری شان جامعیت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف ایک نقرہ میں موجود ہے حضور فرماتے ہیں :-

"اَلْخَلْقُ کُلُّھُمْ عَیَالُ اللہِ وَ اَحَبُّھُمْ اِلَیْہِ اَنْفَعُھُمْ لِعَیَالِہٖ"

(البیھقی ۔ ابو یعلی ۔ ابن عدی)

سب مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور اس کے حضور سب سے زیادہ محبوب وہی ہے جو اس کے کنبہ کو سب سے بڑھ کر فائدہ پہنچاتا ہے۔

پچھلی صدی سے "محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں" کا جو پیارا نعرہ مشرق و مغرب میں گونج رہا ہے اس کے پیچھے بھی اسی حدیث کی قوت و شوکت کار فرما ہے۔

محبوب الٰہی، سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (المتوفی ۷۲۵ھ) نے اپنے ملفوظات میں اس بنیادی حقیقت پر مختلف پیرایوں میں روشنی ڈالی ہے اور اس کو ذہن نشین کرانے کے لئے متعدد واقعات کا تذکرہ بھی فرمایا ہے جن میں سے ایک واقعہ ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔ فرمایا :-

"تارانی نام کا ایک بادشاہ تھا۔ جسے لوگوں نے ہنگامہ کر کے مار ڈالا۔ تارانی بادشاہ کو شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت تھی۔ اس کے مارے جانے کے بعد کسی دوسرے کو بادشاہ بنا دیا گیا۔ اس بادشاہ کا جو پہلے بادشاہ کی جگہ بیٹھا تھا۔ ایک چغلخور نجومی مقرب بن گیا۔ یہ چغلخور نجومی شیخ سیف الدین سے عداوت رکھتا تھا۔ جب اسے بادشاہ سے بات کہنے کا موقعہ ملا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری حکومت قائم رہے تو شیخ سیف الدین کو درمیان سے ہٹا دو۔ کیونکہ حکومتوں میں سب تغیر و تبدل انہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

یہ الفاظ سننے کے بعد بادشاہ نے اس نجومی کو کہا کہ تم خود جاؤ اور جس طرح سمجھتے ہو شیخ کو میرے پاس لاؤ۔ نجومی گیا اور انہیں بادشاہ کے سامنے لا حاضر کیا۔ مگر وہ بڑی بے ادبی سے شیخ کو لایا۔ اس نے ان کی گردن میں دستار ڈالی یا ان کے ساتھ اس طرح کی اور کوئی

تحقیر آمیز حرکت کی۔ الغرض جب شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ اس طرح لائے گئے۔ جیسے ہی بادشاہ کی نظر ان پر پڑی معلوم نہیں اسے کیا دکھایا گیا کہ وہ اسی دم تخت سے نیچے اتر آیا اور انتہائی معذرت کے ساتھ شیخ کے ہاتھ اور پاؤں چومنے لگا۔ اس نے گھوڑا اور بہت سے تحفے خدمت میں پیش کئے۔ اور معافی طلب کی۔ اس نے کہا کہ میں نے آپ کو اس طرح لانے کے لئے نہیں کہا تھا۔ مختصراً شیخ بادشاہ کے ہاں سے لوٹے اور اپنے مکان میں آگئے۔ دوسرے روز بادشاہ نے اس چغل خور نجومی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے شیخ کی خدمت میں بھجوایا اور انہیں یہ کہلوایا کہ میں نے اس نجومی کو قتل کرنے کا حکم دیدیا ہے۔ اب میں اسے آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ آپ اسے جیسے چاہیں قتل کریں۔ شیخ سیف الدین نے جیسے ہی اس چغل خور نجومی کو دیکھا فی الفور اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے اور جو کپڑے وہ خود پہنے ہوئے تھے اسے پہنا ئے

آپ نے اس سے کہا کہ آج تم وعظ میں میرے ساتھ چلو۔ اس دن پیر تھا۔ شیخ وعظ کے وقت مقررہ کے مطابق مسجد میں آئے اور اس نجومی کو اپنے ساتھ لائے۔ وعظ کے لئے وہ منبر پر گئے۔ اور یہ شعر پڑھا ؎

آنانکہ بجائی من بدیہا کردند
گر دست دہد بجز نکوئی نکنم

"یعنی وہ لوگ جنہوں نے میرے ساتھ ہمیشہ برائی کی تھی۔ اگر میرے ہاتھ میں اختیار آیا تو میں بجز نیکی کے ان کے ساتھ اور کوئی سلوک نہیں کروں گا۔"

(اردو ترجمہ "فوائد الفواد" صفحہ ۵۶ تا ۵۷ ناشر علماء اکیڈمی اوقاف پنجاب۔ ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء)

راہِ مولیٰ کا ایک خوش نصیب مسافر
چوہدری عبدالرزاق

(مکرم طاہر احمد صاحب ابن چوہدری عبدالرزاق صاحب)

میرے والد محترم چوہدری عبدالرزاق صاحب ۱۹۲۹ء میں چک ۱۲۱ ج ب گوکھووال حسن پورہ فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم چوہدری عبدالستار صاحب تھے۔ آپ کا تعلق آرائیں قوم سے تھا۔

میرے والد صاحب پیدائشی احمدی تھے۔ انہوں نے ۱۹۴۹ء میں آریہ ہائی سکول فیصل آباد سے میٹرک کیا۔ اس کے بعد مالی حالات بہتر نہ ہونے کی وجہ سے مزید تعلیم حاصل نہ کرسکے اور غلہ منڈی فیصل آباد میں ایک دکان پر کام کرتے رہے ۱۹۵۳ء کے فسادات میں مخالفین کے دباؤ کی بنا پر آپ کو فارغ کردیا گیا۔ انہی دنوں حضرت مصلح موعود اپنی زمینوں کے دورے پر سندھ تشریف لائے تو آپ بھی بطور خادم حاضر ہوئے یہیں پر حضور سے اپنے لئے دعا کی درخواست کی حضور نے فرمایا کہ "آپ سندھ آجائیں"۔ اس کے بعد آپ نے کچھ کپڑا ادھار لیا اور تقریباً ۲۱ روپے ادھار لئے جن میں سے کرایہ وغیرہ بھی دیا اور سندھ آکر کاروبار شروع کیا۔ پھر آپ کو ایک مقامی آڑھتی نے اپنی دکان پر بطور شراکتی کے شامل کر لیا۔ اسی طرح آہستہ آہستہ ترقی کرکے اللہ تعالیٰ نے اتنا نوازا کہ لاکھوں کے مالک ہوئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

پاکستان بننے کے بعد پیارے آقا حضرت مصلح موعود کی آواز پر فرقان فورس میں بھی شامل ہوئے اور کشمیر میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔

آپ بہت ہی متوکل علی اللہ، نیک سیرت، ملنسار، تہجد گزار، محنتی اور فرض شناس تھے۔ قدرتِ ثانیہ کے انتہائی شیدائی تھے۔ حضور کے ہر حکم پر جلد سے جلد عمل کرنے کو اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔

آپ نہایت غریب پرور تھے۔ آپ کی سخاوت کا دامن بلا امتیاز قوم، مذہب ہر ایک کیلئے وسیع تھا یہی وجہ ہے کہ اپنے کیا اور پرائے کیا، قرب و جوار میں آپ کی وفات پر شدید رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔

اللہ کے فضل سے آج ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد کوڑی جتنا بھی کوئی مسئلہ نہیں جو ہمارے لئے باعث فکر ہو۔ آپ اپنی زندگی ہی میں سب ٹھیک کرگئے تھے۔

آپ باقاعدگی سے نماز تہجد اور پنجوقتہ نماز پڑھتے اور دوسروں کو بھی تلقین فرماتے۔

آپ سالہا سال سے جماعت احمدیہ بھریا روڈ کے صدر تھے کچھ عرصہ قبل ہی آپ امیر ضلع نواب شاہ مقرر ہوئے تھے۔ امیر ضلع مقرر ہونے کے بعد باقاعدگی سے میٹنگ بلواتے اور باہمی تنازعات کو ختم کرنے کی کوشش کرتے رہتے جماعتی کاموں پر چندوں کے علاوہ بیدریغ روپیہ خرچ کرتے تھے۔

آپ کو ۷، اپریل ۸۵ء کو محض احمدی ہونے کے جرم میں قتل کردیا گیا۔ اس روز آپ کو بخار تھا پہلے آپ کا ارادہ دکان جانے کا نہیں تھا۔ مگر پھر ضروری کام کی وجہ سے آپ پہلے اپنی کاٹن فیکٹری گئے اور وہاں سے تقریباً ۱۱ بجے دکان پر تشریف لے گئے۔ دکان میں آپ فون پر بات کررہے تھے اور ایک ہاتھ ماتھے پر تھا اور کہنی میز

پر تھی۔ اسی دوران ایک شقی القلب نے دکان میں داخل ہوتے ہی دیسی کارتوسی پستول سے فائر کیا جو سیدھا دل میں لگا اور آپ چند منٹ میں ہی اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کی عمر بوقت وفات تقریباً ۵۵ سال تھی۔

آپ کے ۴ بھائی اور ۵ بہنیں تھیں۔ بھائیوں میں آپ سب سے بڑے تھے۔ آپ سے ایک چھوٹے بھائی ڈاکٹر ارشاد احمد صاحب ۱۹۷۷ء میں فوت ہو گئے تھے۔ دو بہنیں بھی فوت ہو چکی ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ اللہ کے فضل سے بقیدِ حیات ہیں۔

آپ نے اپنے پسماندگان میں اپنی بیوہ، ۵ لڑکے اور ۲ بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں۔ محمود احمد۔ ناصر احمد۔ اعجاز احمد۔ طاہر احمد۔ طارق احمد۔

خاکسار تمام احباب جماعت سے عاجزانہ درخواست کرتا ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے والد محترم کی قربانی قبول فرمائے اور ہمیں بھی اپنے عظیم باپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے (آمین)

ماں باپ سے، ہر شخص سے ہر چیز سے پیارا
محبوبِ خداوند ہے محبوب ہمارا
جو کام کیا اُس نے، وہ کام آیا ہمارے
جو بات بھی کی، اس میں ہے منزل کا اشارہ
ہر سمت اندھیرا ہی اندھیرا تھا زمیں پر
ہر چیز پہ جیسے کہ ہو شیطان کا اجارہ
پوچھے نہ کوئی پستیٔ اخلاق کا عالم
ہارا ہوا انساں تھا بُری طرح سے ہارا
قربان مری جان کہ وہ جانِ دو عالم
آئے تو زمانے کو کچھ اس طرح نکھارا
اوہام پرستی کی ہر اک رسم مٹا دی
بہنے لگا توحیدِ خداوند کا دھارا
باطل کی ہر اک بات ہوئی دفن تہِ خاک
ہر بات جو سچ تھی اُسے دنیا میں اُبھارا
خود فخر کیا فقر کی حالت پہ ہمیشہ
اوروں کو دیا دولتِ شاہی کا سہارا
معمور ہوا ذوقِ عبادت سے ہر اک دل
ہر رُوح میں جاگ اُٹھا محبت کا شرارہ
مانگوں گا سرِ حشر نسیم ان کی عنایت
آیا جو مرے ہاتھ میں دامن کا کنارہ

نسیم سیفی

وطنِ عزیز کی تعلیمی پسماندگی

اہلِ وطن کے لیئے لمحۂ فکریہ

(منصور احمد عارف۔ مرحوم)

تیسری دُنیا کے کم و بیش سوا سو ممالک میں سے بہت سے ہیں جو ہمارے بعد آزادی کے زیور سے آراستہ ہوئے ہیں اور بہت سے ہیں جو بظاہر معاشی اعتبار سے وطنِ عزیز سے کہیں زیادہ پسماندہ ہیں۔ مگر اس حقیقت کے باوجود وہ ممالک شرحِ خواندگی کے اعتبار سے دنیا بھر میں قابلِ رشک مقام رکھتے ہیں۔ اُن کے مقابل پر وطنِ عزیز میں خواندگی کی شرح افسوسناک حد تک کم ہے۔ مندرجہ ذیل اعداد و شمار ایک فکر انگیز حقیقت کے حامل ہیں جس کا مقابلہ توام پیدا ہونے والے پڑوسی ملک بھارت سے کیا گیا ہے۔

پاکستان میں شرحِ خواندگی......... ۲۴ فیصد

جبکہ بھارت میں شرحِ خواندگی......... ۳۶ فیصد

(پاکستان میں خواندگی کی شرح سندھ میں سب سے زیادہ ہے۔ بعد ازاں پنجاب، کشمیر، سرحد اور بلوچستان)

- شرحِ خواندگی کے اعتبار سے تیسری دُنیا کے ۱۲۵ ممالک میں پاکستان کا نمبر ۱۰۳ جبکہ شرحِ خواندگی کے اعتبار سے تیسری دُنیا کے ۱۲۵ ممالک میں بھارت کا نمبر = ۸۳ واں
- پاکستان میں ہر ۱۱۵ طلباء کو ایک اُستاد میسّر ہے۔ جب کہ بھارت میں ہر ۵۰ طلباء کو ایک استاد میسّر ہے۔
- پاکستان میں ۵۷ فیصد طلباء کو پرائمری تک کی تعلیم میسّر ہے جبکہ بھارت میں ۶۷ فیصد طلباء کو پرائمری تک کی تعلیم میسّر ہے۔
- پرائمری کی سطح تک تعلیم مہیّا کرنے کے اعتبار سے تیسری دُنیا کے ممالک میں پاکستان ۱۰۵ ویں نمبر پر ہے۔ جبکہ پرائمری سطح تک تعلیم مہیّا کرنے کے اعتبار سے تیسری دنیا کے ممالک میں بھارت ۱۰۰ ویں نمبر پر ہے۔

نوٹ:۔ پاکستان میں ۵۳ء۲۷ پرائمری سکولوں میں ۵۷ فیصد طلباء تعلیم پا رہے ہیں۔ اس لحاظ سے بقیہ ۴۳ فیصد کے لیئے ۴۵۰۲۵ پرائمری سکول درکار ہیں۔

- پاکستان کے آٹھ کروڑ اسّی لاکھ باشندوں میں صرف ۲ فیصد مڈل اسکول اعشاریہ آٹھ فیصد ہائی اسکول، اعشاریہ تین ۳ فیصد کالج اور اعشاریہ صفر چھ ۶ فیصد لوگ یونیورسٹی میں تعلیم پا رہے ہیں۔ ایک مصدقہ رپورٹ کے مطابق ۱۹۷۷ء تا ۱۹۸۴ء یعنی سات سال کے دورانیے میں مختلف مضامین میں ایم ایس سی (M.Sc) کرنے والوں کی تعداد تین فیصد کم ہو گئی ہے۔ جو یقیناً ہمارے لیئے ایک تازیانۂ عبرت ہے۔

آج جبکہ وطنِ عزیز کی آبادی تین ۳ فیصد سالانہ کے اعتبار سے بڑھ رہی ہے۔ اور خواندگی کی شرح صرف اعشاریہ تین ۳ فیصد ترقی کر رہی ہے۔ آیئے ہمیں ماضی کے عبرت کدوں سے سبق حاصل کرنا ہوگا۔ آج جبکہ دنیا چاند کی سرزمین کو اپنے پاؤں تلے روند چکی ہے ہمیں بھی جہالت کی تاریکی سے نکلنا ہے۔ اور علم کے نور سے منور ہونا ہے تو دوسری طرف کمپیوٹر کے تہلکہ خیز دور میں داخل ہو چکی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سچے دل سے اک

نئے جوش اور نئے ولولے کے ساتھ ناخواندگی کے خلاف جہاد کا عزم صمیم کریں۔

اس مقصد کے لئے حکومت، تمام سرکاری تعلیمی مشینری پڑھے لکھے لوگوں اساتذہ اور سمجھ دار والدین کو مشترکہ کوشش کرنی ہوگی۔

میں تمام احمدی مرد وزن سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ انہیں بھی اس سلسلہ میں اہم کردار ادا کرنا ہے۔ اپنے تعاون، اپنی کوشش اور اپنی دعاؤں کے ساتھ اس بھاری ذمہ داری کو ادا کریں تاکہ ہم بھی سر اٹھا کر اقوامِ عالم میں فخر کے ساتھ چل سکیں۔
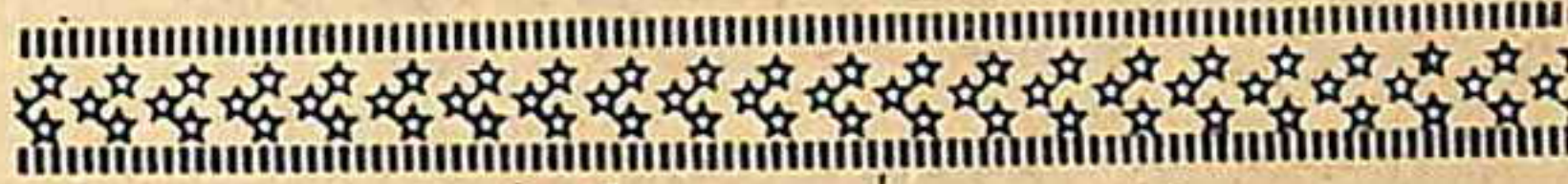
پیارے منصور کا ذکرِ خیر

برادرم منصور احمد عارف مرحوم کا مذکورہ بالا مضمون ان کی وفات سے غالباً دو ماہ قبل موصول ہوا تھا جسے ہماری مجبوریاں لیٹ کرتی رہیں۔ اب یہ مضمون اور منصور مرحوم کے متعلق برادرم محمود احمد صاحب اشرف کا ایک مختصر یادگاری مضمون پیش کیا جا رہا ہے۔

اچانک کسی ایسے پیارے وجود کی جدائی اتنا گہرا زخم دے جاتی ہے جسے صرف مالک حقیقی کا فضل اور پیار ہی بھر سکتا ہے۔

ہمارے پیارے دوست منصور احمد عارف کی وفات ایک ایسا ہی گہرا زخم ہے۔ قارئین کے لئے منصور کا نام نیا نہیں ہے۔ کیونکہ ایک عرصہ تک وہ یہ نام نائب مدیر خالد کے طور پر دیکھتے رہے ہیں۔ برادرم منصور احمد عارف ابن مکرم چوہدری شریف احمد صاحب ڈھلوں گورنمنٹ کالج لاہور میں ایم۔ ایس سی فزکس کے طالب علم تھے۔ مورخہ ۶ اگست ۱۹۸۶ء کو ان کا سال اول کا امتحان ختم ہوا۔ تو اسی رات ان کی زندگی کا امتحان بھی اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔ اسی رات سوتے میں ہی داعی اجل کو لبیک کہا اور مالک حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ منصور کی عمر وفات کے وقت تقریباً ۲۴ سال تھی۔

منصور پیار اور محبت کے تعلق میں یقیناً ہمارے ایک منفرد دوست تھے۔ مگر بہت ہی المناک پہلو یہ ہے کہ وہ اپنے بوڑھے والدین کی چاہتوں اور محبتوں کا بھی واحد مرکز تھے۔ یعنی اکلوتی اولاد تھے۔

ادارہ خالد سے فعال وابستگی کے علاوہ منصور دیگر جماعتی سرگرمیوں میں بھی ہمیشہ پیش پیش رہنے والے خادم تھے۔ مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کی مجلس عاملہ میں لمبے عرصے تک سیکرٹری وقفِ جدید بھی رہے۔ منصور کئی سال تک میرے کلاس فیلو رہے۔ ان سے اخلاص اور نیکی کی خوشبو آتی تھی۔ ان میں دنیوی علوم کے ساتھ ساتھ دینی علوم اور روحانیت کے حصول کا بھی ایک نہایت قابلِ قدر جذبہ تھا۔ گذشتہ سے پیوستہ سال وہ بیت المبارک میں اعتکاف بیٹھے تھے۔ تو ہم بے تکلف دوستوں نے مذاقاً اسے کچھ قبل از وقت قرار دیا۔ اب سوچتا ہوں

(باقی صفحہ ۴۳ پر)

غزل

(جناب حنیف احمد قمرؔ۔ میانوالی)

کبھی دل میں وہ رہنے والا نہیں ہے
جسے تم نے دل سے نکالا نہیں ہے

اِدھر سے سبھی جانے والے ہیں لیکن
اُدھر سے کوئی آنے والا نہیں ہے

جو دل کے سمندر کی گہرائی ماپے
جہاں میں کوئی ایسا آلہ نہیں ہے

یہ پینے کا انداز دیکھا نرالا
شرابی کے ہاتھوں میں پیالہ نہیں ہے

سبھی نے مجھے میری حالت بتائی
مگر مَیں نے خود کو سنبھالا نہیں ہے

یہ مانا محبت کے قابل تھے لیکن
زمانے کو اُلجھن میں ڈالا نہیں ہے

کبھی اُن کا احوال بھی پوچھ لینا
قمرؔ جن کے گھر میں اجالا نہیں ہے

اسیرانِ راہِ مولیٰ ۳
زنداں میں روشنی کا نقیب
حضرت امام احمد بن حنبلؒ

آفتاب کی تند و تیز کرنیں "سامرا (عراق) کی فضا کو حدت آمیز بنا رہی ہیں۔ وسیع میدان میں اڑتی دھول اور غبار کے تناظر میں ایک ہجوم نظر آ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کسی مجرم کو سزا دی جا رہی ہے۔

قوی ہیکل سیاہ فام جلاد کا بازو پوری قوت سے گھوما اور تازیانہ ملزم کی کمر میں لپٹ گیا جسم ذرا سا کپکپایا اور عریاں جلد پر لہو کی ایک دھار ابھری لیکن سسکاری اسکے ہونٹوں کے گوشوں میں دم توڑ گئی اور اس نے کہا "بسم اللہ" ایکبار پھر کوڑا پیوستِ بدن ہوا تو آواز ابھری لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ۔ زشت رُو جلاد نے ہونٹ بھینچ کر پھر پوری قوت سے کوڑا مارا تو اس ہستی کے گردآلود چہرے پر ایک خنک تبسم ابھرا اور دھیرے سے کپکپاتے ہونٹوں سے آواز آئی "قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا" اور پھر کوڑوں کی ایک بارش برسنے لگی خنداں زخموں سے جسم شل سر چراغاں ہو گیا لیکن ظلم و ستم کی تیز ہواؤں میں بھی صبر و رضا کی مشعلیں روشن ہیں۔ درد کی لہروں کا سفر اسکے شہرِ وجود میں رک سا گیا ہے لیکن اسکی فصیلوں پر استقامت کے نقش پوری آب و تاب سے جگمگا رہے ہیں۔ اچانک شقاوت و بے دردی کے اس ننگے مظاہرے کے دوران اسکی تھرتھراتی آواز ابھرتی ہے۔

"خدا کی قسم اس کائنات میں میرے سر کو جھکانے کے لئے صرف دو چیزیں ہیں۔ ایک خدا کی کتاب۔ دوسرے حضور علیہ السلام کا ارشاد ان کے سوا سب ہیچ ہے"

یہ ملزم عاشقِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور عظیم محدث و فقیہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ ہیں۔

(شمس الحق انور)

تاریخ نوعِ انسان کے اوراقِ پارینہ ایکطرف تو تابندہ خدا کے پیروکاروں کے ذکر کا احاطہ کرتے ہیں تو دوسری طرف ابلیسیت کے نمائندوں کی پُرظلمت داستانیں بھی ان پر پھیلی ہوئی ہیں۔ وقت کے بڑھتے سیلِ رواں میں حق و باطل کا سفر جاری رہا۔ ہر دور اپنے اندر کچھ تقاضے لے کر آیا۔ کردار بدلتے رہے مگر زمرۂ عشاق کی روح ایک ہی تھی۔ کبھی تاریک زنداں میں یوسف علیہ السلام اپنے دل کی روشنیاں جلاتے رہے اور کبھی تاریک گھاٹی کے قیدیوں نے استقامتوں کی امر داستان کو جنم دیا ہمیشہ کیلئے زندہ ہو گئے اور ہر دور میں سعید فطرت انسان انکے نقشِ پا پر چلے اور عشق و وفا کی راہوں پر دیئے جلا گئے۔

ہم ان درد آگیں کہانیوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں وہ لاکھوں شمعِ حق کے پروانے تھے وہ آئے اور چلے گئے مگر تاقیامت حساس دلوں کو ایک جلا بخش گئے۔ ان پر ستم کی بارشیں ہوئیں انھیں روندا گیا۔ لوہے کی کنگھیوں سے اُدھیڑ دیا گیا تو کبھی ان کی گردنوں کو دھڑوں سے کاٹ کر پھینک دیا گیا۔ اور کبھی ان عظیم ہستیوں کو تاریک زندانوں میں محبوس کر دیا گیا۔ ان اسیرانِ راہِ مولیٰ میں ایک بہت روشن نام حضرت امام احمد بن حنبل کا نام ہے۔ وہ ساقیٔ ازل کی حلاوت آمیز محبتوں کو اپنے اندر سمیٹے ظلم و جور کی ہر جلتی چٹان میں بے خطر کود گئے اور ہمیشہ ہمیش کے لئے صبر و رضا کا ایک باب اپنے خون سے لکھ گئے آزمائش کی ہر گھڑی میں ثابت قدم رہے۔ اس عظیم ہستی کا دورِ ابتلا دنوں پر نہیں مہینوں پر نہیں بلکہ سالوں پر محیط ہے ان کو کوڑوں سے ادھیڑ دیا گیا۔ سالوں تاریک

زندانوں میں زندگی کی شامیں کاٹیں لیکن اسلاف کی لہولہو داستانوں کو مجسم کر گئے اسی لئے بشر بن الحارث بن جامی پکار اُٹھے ..." احمد اپنی آزمائش میں کھرے نکلے جس طرح سونا پر کھنے کے بعد کھرا کھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح "احمد" آزمائش کے بعد احمد معلوم ہوئے.....

قبل اس کے کہ ہم اس داستان درد کے اگلے باب میں جائیں لازم ہے کہ ابن حنبل کی زندگی کے ابتدائی ادوار کا مختصر جائزہ لیا جائے۔ ربیع الاول ۱۶۴ھ میں بغداد میں سکونت پذیر قبیلہ بنو شیبان کے ایک سپاہی منش فرد محمد بن حنبل کے ہاں ایک گوہر یگانہ نے جنم لیا۔ وقت کے سمٹتے سفر کے ساتھ یہ بچہ بڑھتا رہا اور آئندہ آنے والے سالوں میں احمد بن محمد بن حنبلؒ کے علم و فضل کے ڈنکے بجنے لگے ۱۷۹ھ میں امام ابو یوسف سے تحصیل علم حدیث کی جبکہ ۱۴ برس کی عمر میں کلامِ الٰہی اپنے سینے میں محفوظ کر چکے تھے۔ پھر علم لغت، سیرۃ رسول، آثر صحابہ و تابعین اور دیگر مروجہ علوم میں کمال حاصل کیا احمد بن حنبل کے لیل و نہار اوائل عمر سے ہی فقر و فاقہ سے عبارت تھے۔ اور یہی جذبہ دورِ ابتلاء میں آپکو ایک عمیق ادراک بخش گیا۔

کوفہ کی وہ رات گواہ ہے جب یہ غریب متلاشیٔ دانش فاقہ کش ایک ویران مکان میں اینٹ کا تکیہ لگائے لیٹا تھا۔ مگر ایک ہی دھن میں غرق کہ کاش جیب میں چند درہم ہوتے تو "رے" (شہر کا نام) جاتا اور جریر بن عبدالحمید کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتا۔ ایکبار تن کا لباس بوسیدگی کے باعث جاتا رہا اور گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے مگر شانِ استغنا کے باعث کسی کو حال بتانے سے طبیعت میں انقباض تھا۔ کئی دن بعد لوگوں کو پتہ چلا تو وہ مدد کو دوڑے مگر ایک کتاب کی کتابت کر کے انہوں نے کچھ لیا غرض اس طور کے درجنوں واقعات ہیں۔ اس فقر و فاقہ کے باوجود تحصیلِ علم میں کمال حاصل کیا اور عبدالرزاق محدث یمنی کہہ اُٹھے۔

"کوفہ میں احمد جیسا طالب علم نہیں"

شافعیؒ نے مصر جاتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اطمینان ہے کہ میرے پیچھے احمد بن حنبلؒ موجود ہیں جو فقیہہ بھی ہیں اور پرہیزگار اور متقی ہیں۔

احمد بن حنبل کی زندگی کے لیل و نہار کا بیان متقاضیٔ طوالت ہے ان نشیب و فراز میں ہمت اور ولولوں کی حلاوت آمیز چاشنی ہے لیکن ہم ان کی زندگی کا ایک خاص باب پیش کریں گے۔ ہاں وہ دور جس میں آپ نے طوق سلاسل کی کھنک میں ولولوں کے دیپ جلائے تھے۔ اس داستانِ جور کا آغاز اسوقت سے ہوتا ہے جب ۱۸ رجب ۲۱۸ھ میں مامون الرشید نے بغداد کے گورنر اسحٰق بن ابراہیم کو ایک خط لکھا جس میں عوام الناس اور علماء کو ایک خاص مسلک پر پابند کرنے کی ہدایت کی جسکی قرآن و سنت سے کوئی سند نہ ملتی تھی "حکمِ حاکم مرگِ مفاجات" کے تحت اکثر علماء اور ارباب حل و عقد نے سر تسلیم خم کیا مگر چند علماء نے اسے اپنے ارفع اصولوں کے خلاف جانا اور سر نہ جھکایا اس زمرۂ رخشاں میں ایک درخشندہ تر نام ابن حنبلؒ کا ہے جو کہا کرتے تھے....

"دنیا ہمیشہ مصائب اور فتنے دکھایا کرتی ہے"

اور آج ان پر وہ دن آگیا۔ گورنر کے حکم سے آپ کو بیڑیوں میں جکڑ کر زنداں میں پھینک دیا گیا۔ روزانہ آپ کو مجبور کیا جاتا تھا کہ آپ اپنا عقیدہ بدل لیں۔ مگر آپ کا جواب اثبات میں نہ ہوتا۔ چند دن بعد آپ کو خلیفہ مامون الرشید کیطرف بمقام "رقہ" بھیجا گیا۔ آپ بدستور طوق سلاسل اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ راستے میں ایک اعرابی جابر بن عامر ملا۔ آپ کو اس حالت میں دیکھ کر درد آگیں لہجے میں بولا "آپ مسلمانوں کے نمائندے ہیں ہماری ندامت کا باعث نہ بننا۔ اللہ کو دوست

رکھتے ہو تو صبر کرنا۔ بس جنت میں اور آپ میں صرف آپکے
شہید ہونے کی دیر باقی ہے اور موت تو بہر حال آنیوالی ہے"۔

سفر جاری تھا کسی نے بتایا کہ مامون نے قسم کھائی
ہے کہ اگر امام اسکی بات نہ مانیں گے تو وہ اسکی گردن اڑا
دیگا۔ مگر حنبلؒ اب اس مقام پر تھے جہاں زیست کے
تمام سربستہ راز عیاں ہوجاتے ہیں اور عرفان ذات انسان
کوان دنیاؤں میں لے جاتا ہے جہاں نیستی کا تصور محال ہے
انسان کے لئے سب سے بڑا راز اسکی اپنی ذات کی پرکھ اور
شناخت ہے جب یہ مکمل ہو جائے تو پھر مکان ولامکان
کی وسعتیں شرمندہ ہو جاتی ہیں۔ مامون الرشید مرتے
دم تک آپ سے اپنا عقیدہ نہ منوا سکا مگر مرتے وقت اپنے
جانشین معتصم باللہ کو آپ پر سختی کی تلقین کرتا گیا۔

معتصم باللہ کا دور تھا۔ جب عروس البلاد بغداد کی
نشاط آمیز ہواؤں میں کیف آگیں نغمے گونجا کرتے تھے۔ وہ
سحر آگیں صبحیں جب باد نسیم کے ہلکورے خاور مشرق کی
سنہری کرنوں کو جھولا جھلاتے اور ان حسین شاموں کے افق
پر بکھری لالی کا منظر جنت شداد کو شرماتا تھا اور دھیراج
راتوں میں فطرت کے رباب پر مدھر گیت اٹھتے مگر مظلوم
احمد بن حنبلؒ ان تمام نظاروں سے الگ تاریک زنداں میں
زنجیروں کے بوجھ تلے دبے رہتے تھے۔ ایک دن آپ کو
بند کر دیا گیا۔ زنجیروں سے بری طرح جسم بندھا ہوا تھا اسقدر بیکسی کی حالت اندھیرے میں ادھر
ادھر ٹٹولتے رہے یہاں تک کہ ایک برتن میں تھوڑا پانی
ملا تو خدا کا یہ بندہ وضو کر کے اپنے رب کے حضور جھک
گیا۔ اگلے روز دربار میں پیش ہوئے اور مناظرہ ہونے لگا
درباریوں نے آپ کو "ضال" قرار دیا اور معتصم نے ضربات
لگائیں جن سے آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے چنانچہ پانی
چھڑک کر ہوش میں لایا گیا اور کوڑوں کی بارش کی گئی۔ اور
پیٹھ کو ادھیڑ کر رکھ دیا گیا اور تمام عمر کوڑوں کے نشان
مندمل نہ ہوئے۔ مگر جبر و استبداد کے روح فرسا لمحوں نے
حنبلؒ کے دامن صبر کو اور جلا بخشی اور آپ ثابت قدم رہے
دوبارہ آپکو زنداں میں پھنکوا دیا گیا اور تاریخ شاہد ہے
کہ اس پیروکار حقیقت نے ۲۸ مہینوں تک اس تاریک
زنداں کو اپنے قلب صافی کی کرنوں سے منور کئے رکھا مگر
پائے استقلال میں جنبش نہ آئی۔

تاریخ میں لکھا ہے کہ خلیفہ معتصم باللہ کو ایکبار امام
حنبلؒ کی استقامت دیکھ کر خوف آیا لیکن قاضی ابی داؤد
نے پھر اسے بھڑکا دیا۔ اسکی وفات کے بعد واثق باللہ کا دور
آیا۔ یہ بھی اس خاص مسلک پر بڑا کٹر تھا۔ مگر اس نے آپ
کو رہا کر دیا تھا۔ مگر ۲۵ رمضان المبارک ۲۲۱ھ کا واقعہ ہے
آپ کو دربار میں بلا کر کوڑے لگائے گئے اور آپ بے ہوش
ہو کر گر پڑے ہوش میں آئے تو کمر کوڑوں کے زخم سے ادھڑی
ہوئی تھی اور کپڑے پھٹے ہوئے تھے چنانچہ زخموں سے خون
رس رہا تھا۔ اسی حالت میں رہا ہونے کے بعد آپ باہر
آئے اور اسحٰق بن ابراہیم کے ہاں ٹھہرے۔ روزہ دار
تھے۔ اصرار کیا گیا کہ اتنی بے کسی کی حالت میں روزہ کھول لیں
مگر انکار کر دیا۔ اور بہتے خون کے ساتھ نماز ظہر ادا کی کسی
نے اعتراض کیا تو اس عشق و وفا کے پتلے کی آنکھوں کے سامنے
لہولہان عمرؓ کا وہ سجدہ پھر گیا جو آپ نے اپنے لہو کی گرتی
بوندوں پر کیا تھا۔ آپ نے حضرت عمرؓ کا حوالہ دیا کہ آپ نے
بھی تو بہتے خون کے دوران نماز مکمل کی تھی آپ کی زندگی کے
تقریباً کل ۱۴ سال قید و بند اور اذیت رسانی میں گزرے
واثق باللہ کے دور میں آپ کو ایک لحاظ سے گھر میں نظر بند
رکھا گیا۔ حتی کہ نمازوں کے لئے بھی باہر آنے کی اجازت نہ

تھی۔ مگر آپ نے ہر اذیت کو برداشت کیا اور حق پر جیئے اور حق پر ہی جان جان آفریں کے سپرد کی۔

وقت تو شب و روز کے تسلسل کا نام ہے مگر وہ عالی مرتبت ہستیاں جو سچ کو حرز جان بنا لیتی ہیں ان کی خوشبو اکناف عالم کی وسعتوں میں پھیل جاتی ہے۔ جسمانی اذیتیں اور مصائب کے پہاڑ ان کو نہیں ہلا سکتے۔ محاسن ہائے عالم لاہوت و ناسوت ان کے حوصلوں کو شکست دینے سے عاجز آجاتے ہیں۔ اسیران راہ مولیٰ کے لئے دبستان گیتی کی تمام بہاریں انکی ذات میں سمٹ آتی ہیں اور دنیا کی زیبائشیں اور رعنائیاں ان کے لئے ہیچ ہو جاتی ہیں اور پھر جذبہ ہائے استقامت احمد بن حنبلؒ کی صورت میں ڈھل جاتے ہیں۔

جعفر بن احمد السراج کا ایک دلگداز مرثیہ

"کوڑوں کی ضرب اور جیل کی سختی نے اسے سنت غرّا اور مذہب جلی سے منحرف نہیں کیا۔ اس پر تابڑ توڑ کوڑے پڑتے رہے یہاں تک کہ جلاد کے ہاتھ ضرب لگاتے لگاتے شل ہو گئے۔ پس ہے کوئی جو اس تک یہ پیام پہنچا دے کہ ہر محفل میں اہل علم اس کے اسوہ پر عمل کرتے ہیں۔"

مضمون کی تیاری میں مندرذیل کتب سے مدد لی گئی

۱۔ "تاریخ معتزلہ" تالیف زہدی حسن جاء اللہ مترجم رئیس احمد جعفری ناشر سعید ایچ ایم کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

۲۔ "حیات امام احمد بن حنبل" تالیف محمد ابو زہرہ۔ مترجم رئیس احمد جعفری (المکتبۃ اللطیفہ شیش محل روڈ لاہور)

۳۔ "سوانح امام ابن تیمیہ" از ڈاکٹر غلام جیلانی برق (ناشر مکتبہ اردو لاہور)

۴۔ "مسلمانوں کی سیاسی تاریخ (جلد دوم) مؤلف ڈاکٹر حسن ابراہیم مصری مترجم علیم اللہ صدیقی۔

۵۔ "تاریخ حریت اسلام" از محمد دین فوق اڈیٹر اخبار کشمیری لاہور

۶۔ تاریخ اسلام (جلد سوم) مرتبہ شاہ معین الدین (مطبع معارف پریس اعظم گڑھ)

۷۔ "سیرۃ آئمہ اربعہ" از رئیس احمد جعفری (شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

۸۔ "طبقات ابن سعد (حصہ ہفتم) مصنف محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ مترجم مولانا راغب رحمانی (ناشر نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی)

بقیہ از صفحہ ۲۴

نیکی کو قبل از وقت سمجھنا شاید سب سے بڑی غلط فہمی ہے ہم اکثر یہ کہہ کر دل کو تسلی دے لیتے ہیں ابھی تو ساری عمر پڑی ہے۔ لیکن پھر جب کبھی کوئی منصور مٹی میں چھپ کر ہمیشہ کے لئے سو جاتا ہے تو دل لرز جاتا ہے۔ جیسے کوئی خواب میں ڈر کر جاگ اٹھے۔ منصور پر خدا کا یہ بڑا فضل تھا کہ اسے نوجوانی میں ہی خدا تعالیٰ سے اپنا حساب صاف رکھنے کی لگن تھی جس دن منصور کی وفات ہوئی اسی دن ہمیں معلوم ہوا کہ وہ موصی تھے ہمیں اپنے پیارے خدا سے پوری امید ہے کہ ہمارا پیارا دوست اس کے پیار کی جنتوں میں ہوگا۔

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ منصور کے لواحقین اور خصوصاً ان کے والدین کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے زخم پر اپنے ہاتھ سے مرہم رکھے۔ اور اپنے پیار سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرے۔ آمین

ماہنامہ "خالد" کی اشاعت بڑھانا ہر خادم کی اوّلین ذمہ داری ہے۔ (مینجر ماہنامہ خالد۔ ربوہ)

تمباکو نوشی کے نقصانات

جماعت احمدیہ کا عزم ۰ "ترکِ تمباکو"

محترم جناب بشیر احمد خان صاحب رفیق سابق امام بیت الفضل لندن

(کے قلم سے):

مغرب میں جہاں بہتر خوراک اور معاشی استحکام کی وجہ سے عام طور پر لوگوں کی صحتیں اچھی ہوتی ہیں وہاں انہوں نے خود اپنی زندگی کو بعض ایسے روگ لگا دیئے ہیں جو زہرِ قاتل کی طرح آہستہ آہستہ ان کی قومی صحت کو تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ شراب اور منشی اشیأ کا استعمال تو خیر ہے ہی، بعض ایسے امراض انکو لاحق ہیں جن کا بظاہر شراب یا چرس بھنگ کی طرح فوری اثر تو ظاہر نہیں ہوتا لیکن جونک کی طرح آہستہ آہستہ ان کے جسموں کو کھوکھلا کر کے ان کو تباہی کے گڑھے میں دھکیل رہے ہیں۔ ان میں سے ایک بیماری سگرٹ نوشی کی کثرت ہے۔ سگریٹ نوشی آج کی مغربی دنیا میں فیشن کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ نوجوان اور سکولوں اور کالجوں کے طلباء اس کو اس لئے بھی پیتے ہیں کہ اس طرح وہ اپنی سوسائٹی میں باوقار اور ماڈرن سمجھے جائیں گے۔ یہ بیماری مردوں تک ہی محدود نہیں بلکہ عورتیں بھی کثرت سے سگریٹ نوشی کی لعنت میں گرفتار ہیں۔

اخبار گارڈین لندن (۳ اپریل ۱۹۷۵ء) میں ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے جس میں مضمون نگار مسٹر فلپ جورڈن (PHILIP JORDAN) نے یہ انکشاف کیا ہے کہ برطانیہ میں ہر سال پچاس ہزار افراد سگریٹ نوشی کے نتیجہ میں ہلاک ہوتے ہیں۔ نیز یہ کہ نئی نسل میں بالخصوص لڑکیوں میں سگریٹ نوشی کی وبا روز افزوں ترقی پر ہے۔ مسٹر جورڈن نے یہ بھی لکھا ہے کہ کروڑوں بلکہ اربوں پونڈ سگریٹ نوشی کے مخالف اور موافق اشتہارات پر ضائع کئے جا رہے ہیں۔ ان کے اعداد و شمار کے مطابق حکومت ہر سال ۵۰۰,۰۰۰ پونڈ سگریٹ نوشی کے خلاف چلائی جانے والی مہم پر خرچ کرتی ہے۔ جب کہ سگریٹ بنانے والی کمپنیاں ہر سال ۷ کروڑ پونڈ سگریٹ نوشی کے حق میں اشتہارات پر خرچ کرتی ہیں۔ گویا سالانہ ۷ کروڑ پانچ لاکھ پونڈ (سوا ارب پاکستانی روپیہ) سگریٹ نوشی کے سلسلہ میں خرچ کیا جاتا ہے۔ اگر یہ رقم دنیا کے غریب ممالک میں بھوکوں کو کھانا کھلانے میں تقسیم کی جائے تو لاکھوں انسانوں کی بھوک کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

۱۹۷۳ء کی ایک رپورٹ کے مطابق اس سال ۱۳۲,۰۷۵ ملین سگریٹ برطانیہ میں فروخت ہوئے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس ایک سال ہی میں ۲۲۰ ملین پونڈ کے

وزن کا تمباکو جلا کر انسانی پھیپھڑوں کی تباہی کا باعث بنا۔

ایک اندازہ کے مطابق ۲،۵ ملین افراد برطانیہ میں برونکائیٹس اور دمہ سے بیمار رہتے ہیں۔ ان کی اکثریت کے لئے سگریٹ نوشی زہر قاتل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی طرح دل کی تکلیف بھی کاربن مونو اکسائیڈ (CORBON MONOXIDE) کے اندر جانے سے موت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور یہ کاربن سگریٹ کا ایک ضروری حصہ ہے۔

سب سے زیادہ دردناک بات تو یہ ہے کہ سگریٹ نوشی کا اثر رحم مادر میں جو بچے ہوتے ہیں ان پر بھی پڑتا ہے اور ان کی آئندہ زندگیوں کے لئے بھی ھلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ شیفلیڈ کے ایک ہسپتال میں ... ھاملہ خواتین پر تجربہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اُن میں سے جو خواتین تمباکو نوشی میں مبتلا تھیں ان میں ۹،۷ فی صدی بچے حمل میں ہی ضائع ہو گئے جبکہ سگریٹ نہ پینے والی خواتین میں سے ضائع ہونے والے بچوں کی شرح اموات صرف ۲،۱ فیصد تھی۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ سگریٹ نوشی کرنے والے والدین کے بچوں کو پیدائشی دل کے عارضہ کی شرح ۳،۷ فی صد تھی۔

تمباکو نوشی کا سب سے بڑا نقصان اور مہلک نتیجہ پھیپھڑوں کا سرطان ہے جس سے ہر سال لاکھوں افراد لقمۂ اجل ہو جاتے ہیں۔ سگریٹ نوشی کے نتیجہ میں پھیپھڑے کمزور ہو کر امراض کے مقابلہ سے عاجز آجاتے ہیں اور آہستہ آہستہ سرطان اور دق کا شکار ہو جاتے ہیں۔

قرآن کریم نے کیا ہی خوبصورت اصول ہمارے سامنے رکھا ہے۔ فرمایا:۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المومنون ع)

کہ مومن لغو باتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ سگریٹ یا تمباکو نوشی محض لغو عادت ہے جس کا نقصان ہی نقصان ہے فائدہ کچھ بھی نہیں۔ منہ سے بدبو آتی ہے۔ منہ کا ذائقہ مستقلاً خراب رہتا ہے۔ پیٹ کے متعدد امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اچھا بھلا قوتِ ارادی رکھنے والا شخص بھی اس موذی مرض اور عادت کا غلام بن کر رہ جاتا ہے۔

آج کے زمانہ میں جبکہ گرانی آسمان سے باتیں کر رہی ہے اور غریب عوام کو زندہ رہنے کے لئے غذا تک مہیّا نہیں سگریٹ نوشی پر مال کو ضائع کرنا قومی اور انفرادی خودکشی اور جرم عظیم سے کم نہیں۔ اگر اسی رقم سے جو سگریٹ نوشی پر خرچ کی جاتی ہے اعلیٰ اور طیّب غذا خرید ی جائے تو جسمانی لحاظ سے صحتمند مُعاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔ نیز جتنی رقم ایک سگریٹ پینے والا سگریٹ پر خرچ کرتا ہے اگر اتنی رقم وہ کتابیں خریدنے اور پڑھنے پر خرچ کرے تو معاشرہ میں ایک روحانی اور علمی انقلاب لایا جا سکتا ہے۔

جماعت احمدیّہ کو ایک ایک پیسہ کی ضرورت ہے ہم نے دنیا کو روحانی طور پر فتح کرنا ہے۔ اس کے لئے لٹریچر کی ضرورت ہے۔ اور لٹریچر شائع کرنے کے لئے مال کی ضرورت ہے۔ پس اگر ہر تمباکو اور سگریٹ نوش یہ عہد کرے کہ وہ آج کے بعد سگریٹ اور تمباکو نوشی کو چھوڑ کر جو رقم وہ اس پر خرچ کرتا تھا وہ چندہ میں دے دیگا تو شاید سلسلہ کے بجٹ میں معتدبہ اضافہ ہو جائے اور قومی صحت و تندرستی بھی بہتر ہو جائے گی۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم قومی طور پر ترک تمباکو کا عزم کر لیں۔ ویسے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعت احمدیہ میں سگریٹ یا تمباکو پینے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ لیکن نئی نسل کو اس خطرناک عفریت سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے خلاف ایک مہم چلائی جائے اور اس کے خلاف اعلانِ جنگ کا طبل بجایا جائے۔

(بشکریہ ماہنامہ تحریک جدید فروری ۸۷ء)

ایک مقبول کھیل بیڈمنٹن BADMINTON

مکرم شیخ مظفر احمد صاحب شرما۔ شکارپور

بیڈمنٹن کا کھیل موجودہ ترقی یافتہ شکل میں دنیا میں کھیلا جا رہا ہے۔ اس کھیل کی ابتدا کچھ یوں ہوئی کہ قریباً ۱۱۶ سال قبل انگلینڈ کے شہر بیڈمنٹن میں ڈیوک آف بیوفورٹ کے گھر کے لان میں ایک تقریب منعقد کی گئی تھی۔ وہ خود مہمانوں کی میزبانی میں مصروف تھے۔ اسی دوران تیز بارش ہو گئی اور سب لوگ ڈرائنگ روم میں چلے گئے۔ وقت گزارنے کے لئے ڈیوک آف بیوفورٹ نے ڈرائنگ روم کے درمیان ایک رسی باندھی اور ایک بلا جسے بیٹل ڈور کہتے ہیں لے کر بوتل کے کارک کو اس بلے کے ذریعے رسی کی دوسری طرف پھینکنے لگے۔ اس طرح دنیا میں بیڈمنٹن کے کھیل کی ابتدا ہوئی۔ قریباً ۱۸۷۰ء میں ہندوستان میں برطانوی فوجی افسران بھی اسی طرح کا کھیل کھیلا کرتے تھے۔ جس میں بوتل کے کارک کی جگہ اونی گیند استعمال کی جاتی تھی۔ اس کھیل کو پونا کہا جاتا تھا

۱۱۶ سال گزرنے کے بعد بیڈمنٹن کا کھیل موجودہ شکل اختیار کر گیا ہے۔ یعنی رسی کی جگہ نیٹ، بوتل کے کارک کی جگہ شٹل کاک اور بیٹل ڈور کی جگہ ریکٹ نے لے لی اور اس کھیل کا نام انگلستان کے شہر بیڈمنٹن کے نام پر رکھا گیا۔ انگلستان میں ڈیوک آف بیوفورٹ کا وہ ڈرائنگ روم آج بھی گلوسٹر شائر میں محفوظ ہے۔

بیڈمنٹن اس وقت دنیا کے قریباً ستر ممالک میں کھیلا جا رہا ہے۔ جبکہ کوریا، ملائشیا اور انڈونیشیا میں یہ قومی کھیل کہلاتا ہے۔ ۱۸۷۷ء میں پہلی مرتبہ بیڈمنٹن کے قوانین تیار کئے گئے۔ ۱۸۹۳ء میں انگلستان میں دنیا کی پہلی بیڈمنٹن ایسوسی ایشن قائم ہوئی۔ اس طرح انٹرنیشنل بیڈمنٹن فیڈریشن کے پہلے اجلاس میں اسکاٹ لینڈ، ویلز، کینیڈا، ڈنمارک، انگلستان، فرانس، آئرلینڈ اور نیوزی لینڈ کے نمائندگان نے شرکت کی اور ۱۹۳۶ء تک امریکہ، ملائشیا، آسٹریلیا اور بھارت نے بھی انٹرنیشنل بیڈمنٹن فیڈریشن کی رکنیت اختیار کر لی۔ ۱۹۰۰ء میں انفرادی مقابلوں کی پہلی باقاعدہ چیمپئن شپ منعقد ہوئی۔ جسے انگلستان کے کھلاڑی ایس۔ ایچ اسمتھ نے جیت لیا۔ اس چیمپئن شپ کو ۱۹۰۲ء میں آل انگلینڈ بیڈمنٹن چیمپئن شپ کا نام دیدیا گیا۔ پہلے یہ مقابلے مختلف شہروں میں منعقد ہوتے رہے۔ لیکن اب یہ مقابلے ۱۹۵۷ء سے باقاعدہ انگلستان کے شہر ویمبلے میں منعقد ہو رہے ہیں۔ انفرادی مقابلوں میں آل انگلینڈ بیڈمنٹن چیمپئن شپ سب سے بڑی چیمپئن شپ سمجھی جاتی ہے۔

آل انگلینڈ بیڈمنٹن چیمپئن شپ کی تاریخ میں انڈونیشیا کے عظیم کھلاڑی روڈی ہارٹونو نے بڑی شہرت حاصل کی۔ انہوں نے یہ چیمپئن شپ ۱۹۶۸ء سے لیکر ۱۹۷۴ء تک مسلسل سات مرتبہ جیتنے کا ریکارڈ قائم کیا۔ اسی طرح بیڈمنٹن کی دنیا کے ایک اور عظیم کھلاڑی ڈنمارک کے ارلینڈ کوپس نے بھی آل انگلینڈ بیڈمنٹن چیمپئن شپ کا ٹائیٹل حاصل کیا لیکن ان کے اس اعزاز میں تسلسل نہ تھا۔ علاوہ ازیں آل انگلینڈ چیمپئن شپ کی تاریخ میں انگلینڈ کے سر جارج تھامس کا نام بھی قابل ذکر ہے۔

تھامس کپ بیڈمنٹن ٹورنامنٹ ٹیم ایونٹس کی بنیاد پر ہر تین سال بعد منعقد کئے جاتے ہیں۔ ان مقابلوں کے لئے ٹرافی عطیہ کے طور پر انٹرنیشنل بیڈمنٹن فیڈریشن کے صدر سر جارج تھامس نے دی۔ سر جارج تھامس کو مسلسل اکیس سال تک انٹرنیشنل بیڈمنٹن فیڈریشن کا صدر اور مسلسل چار سال تک آل انگلینڈ بیڈمنٹن چیمپئن ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

تھامس کپ مقابلے پہلی مرتبہ ۱۹۴۸-۴۹ء میں منعقد ہوئے جسے ملائشیا نے جیت لیا اور پھر ۱۹۵۱ء اور ۱۹۵۴ء میں اپنے اعزاز کا دفاع کیا لیکن ۱۹۵۲ء میں انڈونیشیا نے ملائشیا کو شکست دیکر اپنی برتری ثابت کر دی جبکہ اسوقت موجودہ چیمپئن چین ہے۔ اب تک تھامس کپ جیتنے والے تین ایشین ممالک انڈونیشیا، چین اور ملائشیا ہیں۔ تھامس کپ میں شرکت کے لئے دنیا میں چار زون یعنی ایشین۔ امریکن۔ یورپین اور آسٹریلین زون بنا کر ان میں سے آٹھ بہترین ٹیمیں تھامس کپ میں شرکت کا اعزاز حاصل کرتی ہیں۔ پھر ان آٹھ ٹیموں کے دو گروپ بنا کر ان میں مقابلہ کرایا جاتا ہے۔ دونوں گروپوں کی سرفہرست ٹیموں میں سے فائنل مقابلہ جیتنے والی ٹیم کو تھامس کپ دیا جاتا ہے۔ آل انگلینڈ چیمپئن شپ اور تھامس کپ چیمپئن شپ کے علاوہ بھی دنیا کے مختلف ممالک میں بیڈمنٹن کے مختلف ٹورنامنٹ ہوتے رہتے ہیں جن میں ورلڈ چیمپئن شپ ڈینش اوپن چیمپئن شپ تھائی اوپن چیمپئن شپ ڈچ اوپن چیمپئن شپ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں: ایک دفعہ میں نے رویا میں دیکھا کہ میں ایک دوست کو سمجھا رہا ہوں کہ ورزش نہ کرنا بھی گناہ ہے مگر ویں ہم اسے گناہ نہیں سمجھتے۔

(منہاج الطالبین صفحہ ۷)

بقیہ از صفحہ ۱۶

اور فتح کے نشان کے طور پر یہ زمین ساری کائنات کا دارالخلافہ بنائی جائے گی۔ کیونکہ اس زمین پر پہلے نافرمانی ہوئی تھی۔ مگر آخری فتح نیکی کی ہی ٹھہری۔ اس نئی زمین پر راستباز لوگ ابدالآباد تک رہیں گے وہ اس زمین کے وارث ہوں گے۔ اور وہ ہمیشہ خدا کا مُنہ دیکھیں گے۔ یہاں پر پھر چاند اور سورج کی روشنی نہ رہے گی۔

اس مضمون کے لیے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا۔

1. CHRISTIAN DENOMINATIONS.
2. ENCYCLOP:EDIA BRITANICA.
3. RELIGIONS ENCYCLOP:EDIA.
4. بالمشافہ معلومات از مشن لاہور

پروگرام شعبہ تربیت

—— (۸۶ء و ۸۷ء) ——

سال ۸۷-۸۶ء کے لئے شعبہ تربیت کے تحت مندرجہ ذیل امور سے متعلق خصوصی طور پر کوشش کیجئے:

(۱) ہمارے پیارے امام بار بار اس امر کا اظہار فرما چکے ہیں کہ تمام اطفال و خدام کو نماز باجماعت کا عادی بنایا جائے۔ آپ نے اس بارہ میں گذشتہ سال بھی کوشش کی تھی۔ آپ سے درخواست ہے کہ امسال بھی مسلسل اور بھرپور کوشش کریں تاکہ حضور کی خواہشات کے مطابق خدام و اطفال نماز باجماعت کے عادی بن جاویں۔

اس سلسلہ میں حضور کے ارشاد کے مطابق اپنی مجلس میں تربیتی کمیٹی بھی قائم فرماویں اور اس کی اطلاع مرکز کو بھجوائیں۔ اس کمیٹی کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ سارا سال نماز باجماعت کے قیام کے لئے کوشش کرے اور ہر ماہ اپنی مساعی کی رپورٹ مقامی مجلس عاملہ میں پیش کرے۔

(۲) حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات خدام، اطفال کی بہترین تربیت کا ایک بہت ہی مؤثر ذریعہ ہیں۔ کوشش کریں کہ حضور کے تمام خطبات سب خدام و اطفال سُنیں۔ ایسے خدام جو سُستی کرتے ہیں وہ آپ کی توجہ کے زیادہ محتاج ہیں۔

(۳) امسال اپنی مجلس میں کم از کم ایک تربیتی کلاس ضرور منعقد کریں۔ اور اس کی رپورٹ مرکز میں بھجوائیں۔

(۴) دینی شعار کی پابندی کرنے کی طرف خدام، اطفال کو توجہ دلاتے رہیں خاص طور پر السلام علیکم کہنے، ٹوپی پہننے اور داڑھی رکھنے کی طرف ضرور توجہ دلاویں۔ ان باتوں سے نہ صرف یہ کہ خدام و اطفال کے ذاتی وقار میں اضافہ ہوگا بلکہ یہ امور ہمارے ایمان کے عملی اظہار کا موجب بھی بنیں گے۔

(۵) امسال دو ہفتہ ہائے تربیت منائے جاویں گے۔ پہلا ہفتہ فروری ۸۷ء میں گذر چکا ہے اور دوسرا جولائی ۸۷ء میں۔ معین تاریخوں سے آپ کو بعد میں اطلاع کر دی جاوے گی۔ انشاء اللہ۔

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح رنگ میں خدام و اطفال کی تربیت کی توفیق عطا کرے اور اپنے فضلوں سے نوازے۔ آمین۔

★ —————— (مہتمم تربیت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

اخبارِ مجالس

آگے قدم بڑھائے جا

(مرتبہ: فضل الرحمان ناصر)

اجتماعات

سپین مورخہ ۵، ۲ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو مجلس خدام الاحمدیہ سپین کا پہلا اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں تربیتی تقاریر کے علاوہ علمی، ورزشی مقابلہ جات بھی کرائے گئے۔ اور مولانا کرم الٰہی صاحب ظفر نے انعامات تقسیم کئے۔ اس اجتماع میں کل ۱۷ خدام اور ۲ اطفال نے شرکت کی۔

آسٹریلیا ۴، ۵ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو اجتماع منعقد ہوا۔ اس اجتماع کے دوران مختلف گروپوں کے ذریعہ پیغامِ حق پہنچانے اور لٹریچر تقسیم کرنے کا کام بھی کیا گیا۔ تربیتی تقاریر کے علاوہ علمی اور ورزشی مقابلہ جات بھی کروائے گئے۔ اور انعامات تقسیم کئے گئے۔

امریکہ ۲۹ تا ۳۱ اگست ۱۹۸۶ء کو اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں ۷۳ خدام، ۳۶ اطفال اور ۱۰ زائرین نے شرکت کی۔ تینوں دن نمازِ تہجد ادا کی جاتی رہی۔ حضور کا ایک خصوصی پیغام بھی پڑھ کر سنایا گیا۔ علمی و ورزشی مقابلہ جات میں اطفال و خدام نے بڑے جوش سے حصہ لیا۔ آخری دن انعامات تقسیم کئے گئے۔

ضلع نواب شاہ ۲۷، ۲۸ نومبر ۸۶ء کو گوٹھ شیر محمد میں اجتماع منعقد ہوا۔ انتظامات کے لئے ۶۵۰۰/- روپے عطیہ اکٹھا کیا گیا۔ آخری اجلاس کی حاضری ۱۸۸ رہی۔ اطفال و خدام کے مختلف مقابلہ جات ہوئے۔

ضلع لاڑکانہ ۵، ۶ دسمبر ۸۶ء کو اجتماع ہوا۔ علمی مقابلہ جات ہوئے۔ انعامات تقسیم کئے گئے۔ مرکزی نمائندہ نے تقریر کی۔

ضلع بدین ۱۱، ۱۲ دسمبر کو اجتماع ہوا علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے! انعامات تقسیم ہوئے۔ ۸۰ فی صد حاضری رہی۔

ضلع بہاولپور ۱۳، ۱۴ نومبر بمقام چک ۸۴ الف فتح اجتماع منعقد ہوا۔ تربیتی تقاریر، علمی اور ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ اور انعامات تقسیم ہوئے۔

ضلع حیدرآباد

۱۱، ۱۲ دسمبر اجتماع منعقد ہوا حضور کی تقریر کی وڈیو فلم دکھائی گئی۔ علمی و ورزشی مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والوں میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ مرکزی نمائندہ نے بھی شرکت کی۔ اور مفید نصائح سے نوازا۔

ضلع گوجرانوالہ

۱۱، ۱۲ دسمبر ۸۶ء کو مانگٹ اونچا میں اجتماع منعقد ہوا۔ ۳۰ مجالس کے ۵۵۰ اطفال و خدام نے شرکت کی۔ مرکزی نمائندگان نے علمی و تربیتی تقاریر کیں۔ علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے اور اول دوئم سوئم آنے والوں میں انعامات تقسیم کئے گئے۔

ضلع ڈیرہ غازی خان

۸، ۹ جنوری ۸۷ء اجتماع ہوا۔ ۳۵ خدام ۲۶ اطفال نے علمی مقابلہ جات میں حصہ لیا۔ حاضری ۹۰ فی صد رہی۔

علاقہ بہاولنگر

۵، ۶ ستمبر ۸۶ء اجتماع ہوا۔ تین اضلاع کے ۱۱۰۰ خدام و اطفال اور انصار شامل ہوئے۔ حضور ایدہ اللہ کی تقریر کی وڈیو دکھائی گئی۔ علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے اور انعامات تقسیم ہوئے۔

ضلع سانگھڑ

۲۷، ۲۸ نومبر ۱۹۸۶ء اجتماع ہوا۔ تمام مجالس نے نمائندگی کی۔ حضور ایدہ اللہ کی تقریر کی وڈیو دکھائی گئی۔ علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے اور انعامات تقسیم کئے گئے۔

ضلع ٹھٹھہ

یکم، دو دسمبر ۱۹۸۶ء کو اجتماع ہوا علمی مقابلہ جات ہوئے۔ انعام تقسیم ہوئے۔ تمام مجالس نے نمائندگی کی۔

ضلع سکھر، شکارپور، جیکب آباد

تینوں اضلاع کا مشترکہ اجتماع ۱۳، ۱۴ دسمبر ۸۶ء کو شکارپور میں منعقد ہوا۔ مقابلہ جات ہوئے اور انعامات تقسیم ہوئے۔ مرکزی نمائندگان نے شرکت کی۔

تربیتی کلاسیں

پنڈی دھوتڑاں

نومبر ۸۶ء تا جنوری ۸۷ء جماعت کی پہلی تربیتی کلاس منعقد کی گئی۔ مختلف تربیتی تقاریر ہوئیں۔ خدام کی حاضری ۷۰ فی صد اور اطفال کی ۶۰ فی صد رہی۔

ضلع بہاولنگر

(۱) مورخہ ۹ جنوری ۸۷ء بمقام چک نمبر ۱۸۵/۷۔آر ایک تربیتی کلاس منعقد کی گئی۔ تمام خدام و اطفال حاضر ہوئے۔ دینی معلومات کا مقابلہ ہوا اور تربیتی امور کی طرف توجہ دلائی گئی۔

(۲) ۱۱ جنوری ۱۹۸۷ء بمقام چک نمبر ۱۶۶/۷۔آر ایک تربیتی کلاس منعقد ہوئی۔ علمی و ادبی اور تربیتی امور پر گفتگو ہوئی۔

اصلاح و ارشاد

ضلع ڈیرہ غازی خان

۲۲ نومبر ۸۶ء کو ۲۸ خدام پر مشتمل ایک وفد

شعبہ اصلاح وارشاد کے تحت ربوہ گیا۔ اور ریفریشر کورس میں شامل ہوا۔

صحتِ جسمانی

ضلع ڈیرہ غازیخان ۱۹؍ دسمبر ۸۶ء کو ضلعی ممبران مجلس عاملہ کے ایک وفد نے ۱۹۰ کلومیٹر سفر کیا محترم قائد صاحب علاقہ بھی ہمراہ تھے۔

وقارِ عمل

لانڈھی کورنگی کراچی ۳۰؍ جنوری کو مثالی وقارِ عمل کیا گیا۔ ۲/۱ ۱ گھنٹہ تک ایک پُل کی مرمت کی گئی۔ ۴۰ خدام اور ۲۰ اطفال شریک ہوئے۔

مجلس انصار سلطان القلم

قیادت ماڈل ٹاؤن کے تحت مربی سلسلہ مکرم صفدر نذیر صاحب کی سرپرستی میں مجلس انصار سلطان القلم قائم کی گئی ہے جس کا مقصد خدام کو مضمون نویسی سکھانا، اور قلمکاروں کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔ اس کے ۲۵ ممبران ہیں جنہوں نے گزشتہ آٹھ ماہ میں ۸۰ کے قریب مضامین لکھے اور بعض شائع بھی ہو چکے ہیں مجلس کے تحت اخبارات کے ایڈیٹروں سے بھی رابطہ کا سلسلہ جاری ہے۔ ہر ماہ ہی ایک چھوٹا سا تربیتی کتابچہ بھی شائع کیا جاتا ہے۔ اسوقت تک تین کتابچے زیرِ عنوان "نماز" "کیفیاتِ نماز" اور "نماز باجماعت کی اہمیت" شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی تیاری میں ممبرانِ مجلس نے بھرپور حصہ لیا ٭

آخری صفحہ

حسنِ تربیت

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں :-

"قادیان کی بات ہے۔ غالباً جلسہ کے دن تھے۔ کئی نوجوان باہر آپ کے مردانہ صحن میں مجلس کر رہے تھے۔ اور چونکہ ان میں بعض سگرٹ بھی پیتے تھے اس لئے اس ڈر سے کہ حضرت میاں صاحب اُوپر سے نہ آجائیں اندر سے کنڈے لگا کر سگرٹ نوشی کرنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد ہی آپ تشریف لے آئے۔ دروازہ کھلوایا۔ السلام علیکم کہا اور باہر تشریف لے گئے۔ مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد پھر واپس آئے اور کمرہ میں داخل ہو کر آدمی گنے۔ ایک دو تین چار پانچ چھ سات اور خاموشی سے سات الائچیاں جیب سے نکال کر میز پر رکھ کر چلے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد سب کمرے والے اس لطیف مزاح پر بے اختیار ہنس دیئے مگر اس ہنسی میں جو خفت تھی وہ شاید آج تک ان کو نہ بھولی ہو۔"

"ایک مرتبہ رمضان کا مہینہ تھا۔ چچی جان (اہلیہ حضرت میاں صاحب) بسبب بیماری روزہ رکھنے سے معذور تھیں مگر سحری کے وقت تہجد کی غرض سے اور کچھ کھانے پر خیال رکھنے کی خاطر باقاعدہ ساتھ اُٹھا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ ہم سحری کھا رہے تھے کہ کسی خادمہ کی غلطی پر چچی جان نے ذرا اُونچی آواز میں اُسے سخت سُست کہا۔ عمو صاحب ان سے تو کچھ نہ بولے مگر مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگے تم جانتے ہو کہ تمہاری چچی جان بیمار ہیں۔ بیچاری روزے تو نہیں رکھ سکتیں البتہ ذکرِ الٰہی کے لئے اس وقت ضرور اُٹھتی ہیں۔ وہ دن اور رمضان کا آخری روزہ پھر چچی جان نے کبھی سحری کے وقت آواز بلند نہیں کی۔"

(حیات بشیر ص۲۳)

Monthly KHALID RABWAH
Regd. No. L5830
APRIL 1987